جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کا دینی علمی ادبی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

صدائے حق

گنگوہ

مارچ ۲۰۱۸ء

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یو،پی) انڈیا

بیادگار: شریف الامت حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحبؒ بانی جامعہ ہذا

شمارہ: ۳
جلد: ۲

جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ
مطابق
مارچ ۲۰۱۸ء

ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

مجلس سرپرستان

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی مدظلہم شیخ الحدیث وناظم جامعہ ہذا

معاون مدیر
عبدالواجد الندوی
9412508475

مدیر انتظامی
مولانا قاری عبیدالرحمٰن صاحب قاسمی

مدیر تحریر
محمد ساجد کھجناوری
09761645908

مجلس مشاورت

حضرت مولانا وسیم احمد صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ ہذا

حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مدظلہ استاذ حدیث جامعہ ہذا

زرتعاون

فی شمارہ	۳۰/روپے
سالانہ	۳۰۰/روپے
بیرون ملک	۱۵/امریکی ڈالر
سارک ممالک	۴۰۰/روپے
لائف ممبر	۵۰۰۰/روپے

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یو، پی) انڈیا

MAHNAMA SADA-E-HAQ GANGOH
JAMIA ASHRAFUL ULOOM RASHEEDI, GANGOH
Distt. Saharanpur (U.P.) India, Pin 247341
E-mail : sajidkhujnawari@gmail.com، sadaehaque313@gmail.com

آئینۂ مضامین

کالم	عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ کی رحلت	محمد ساجد کھجناوری	۳
صدائے قرآن	قرآنِ کریم کے فضائل	مرغوب الحق گنگوہی	۷
صدائے حدیث	اعمال کی قبولیت اخلاص پر منحصر ہے	ابوحذیفہ رشیدی	۱۰
افادات	باب ماجاء من الرخصة في ذلك	حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی	۱۴
مقالات	اسلام میں طلاق کا قانون......	مولانا شمشاد احمد مظاہری	۱۸
	قرآنی آیات کی حیرت انگیز......	مولانا عبدالواجد رشیدی ندوی	۲۲
	ہندوستان میں تمام مذاہب کا......	مولانا عبدالصمد رشیدی	۲۵
	صفوں کا اتحاد قومی زندگی کا حقیقی سرمایہ	مولانا عبدالواجد رشیدی ندوی	۲۸
خطبات	محبوب کی خاطر ومدارات	حضرت شیخ محمد آصف حسین فاروقی	۳۲
منتخبات	مسائل وفتاویٰ	ادارہ	۳۹
بزمِ رفتگاں	الحاج عبدالحمید وحافظ محمد سلیمان	حضرت ناظم صاحب	۴۱
مطالعات	تعارف وتبصرہ	محمد ساجد کھجناوری	۴۲
اخبارِ جامعہ	جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی ڈائری	ابوفیصل کھجناوری	۴۴
جہانِ کتب	تصنیفات وتالیفات	حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم	۴۸

پرنٹر وپبلیشر مدیر (مولانا) خالد سیف اللہ (صاحب) نے ایم، ایس، سبھاش پریس 4/2731 چوک نواب گنج نزد کمپنی گارڈن سہارنپور سے طبع کرا کر دفتر "صدائے حق" جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ سے شائع کیا۔ (کمپیوٹر کمپوزنگ) محمد دلشاد رشیدی موبائل:9358199948

اداریہ

خانقاہِ رائے پور کی پاکیزہ روایتوں کے امین

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ کی رحلت

محمد ساجد کھجناوری

مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۳؍فروری ۲۰۱۸ء بروز منگل کی علی الصبح آفتابِ دنیا کے نمودار ہونے سے پیشتر ہی عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ کی صورت میں وہ ٹمٹماتا چراغِ سحری بھی آخرش گل ہوگیا جس کی لَو کسی قیامت سے کم نہ تھی، یقین ومعرفت اور اصلاح وتربیت کا یہ ایک ایسا گوہرِ شب چراغ تھا جس کی ضوفشانی سے تزکیہ وتصوف کی کتنی ہی بستیاں روشن تھیں، اخلاق وکردار اور علم وذکر کی ایسی شمع جہاں دینِ محمدی کے پروانے فی کل احیان جمع رہتے، وہ ایسی دکانِ معرفت کے امین تھے جہاں روحانی مریضوں کیلئے دوائے دل کے نسخے تجویز کئے جاتے، جہاں ماسوی اللہ سے کچھ بھی نہ ہونے کا عقیدہ اور حقیقی ذات باری سے سب کچھ ہونے کا یقین شرک وبدعت زدہ ذہنوں میں راسخ کیا جاتا، انہیں شرح وبست کے ساتھ بعثتِ انبیاء کے مقاصد سے روشناس اور فی سبیل اللہ کے حقیقی وتوسیعی مفہوم سے بھی مطلع ہونے کی تلقین کی جاتی، الغرض ہر کسی کو اس کے حسبِ حال صلاح وصالحیت کی طرف سبقت کرنے کی ترغیب دی جاتی کہ یہی اہل دل بزرگوں کا طریق رہا ہے

دیتے ہیں بادہ ظرف بھی قدح خوار دیکھ کر

حضرت مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ اپنی سیرت وصورت، علم ومعرفت کی جامعیت اور کارِ نبوت پر عامل رہنے کی حیثیت سے اُن عالی قدر قدسی صفات مشائخِ رائے پور کی آخری یادگار تھے جنہوں نے پورے برصغیر میں خصوصاً اور جنوبی ایشیا میں عموماً تعمیر انسانیت، تہذیب نفوس اور جادۂ مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی طرح ڈالی، اتباعِ سنت وشریعت کا عمومی ذوق پیدا کرنے کے ساتھ مستی توحید کے میخانے آباد کئے جہاں شام وسحر عشق الٰہی کے جام

وہینا لنڈھائے جاتے، سالکین وطالبین آتے اور بقدر ظرف استفادہ کرکے کامران ہوتے۔

ابھی تک صرف کتابوں میں پڑھا اور اپنے بزرگوں سے سنا تھا کہ اللہ کے عاشقین اس کی رضا کا پروانہ ملنے کے بعد عام انسانوں کیلئے بھی محبوب بن جاتے ہیں۔ من کان للّٰہ کان اللہ لہ کی تفسیر ۱۳؍فروری ۲۰۱۸ کو اس وقت سازِ دل کو چھیڑ رہی تھی جب لاکھوں انسان جن میں بچے، جوان اور بوڑھے بھی تھے نماز جنازہ میں شرکت کیلئے افتاں وخیزاں خانقاہ رائے پور کی طرف رواں دواں تھے تا کہ وہ یہاں کے آخری تاج دار کو آخری سلامی دے سکیں، اللہ اللہ عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے نکلا، ہر طرف سر ہی سر نظر آتے تھے، تمام چھوٹے بڑے مدارس وجامعات اور دینی وتبلیغی مراکز کے ذمے داران ووابستگان رشک بھرے انداز میں یہاں جمع تھے۔ عالم عربی کی ممتاز دینی شخصیت شیخ محمد یوسف القرضاوی نے کہیں لکھا ہے کہ بعض جنازے استصواب رائے کی حیثیت رکھتے ہیں جو میت کے عند اللہ مقبول ہونے کی شہادت بن جاتے ہیں، حضرت امام احمد ابن حنبل علیہ الرحمہ کے جنازہ کی تو اس بابت مثال دی جاتی ہے جو تاریخ کے سینہ پر ہمیشہ محفوظ رہے گی، حضرت مفتی صاحبؒ کے جنازہ میں لکھوکھا افراد کی شرکت نے ماضی قریب کے سبھی ریکارڈ توڑ دئے، ذمے دار اور محتاط شخصیتوں کی زبانی بھی یہی سنا گیا کہ مشاہدہ کی دنیا میں اتنا بڑا مجمع کسی جنازہ میں نہیں دیکھا گیا، بلاشبہ یہ اژدحام کبیر خانقاہِ رائے پور کی ہر دل عزیزی اور مرحوم والاصفات کی عند اللہ محبوبیت کا نتیجہ تھا، اللہ آپ کے درجات بلند تر فرمائے آمین۔

مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ نے یکم جنوری ۱۹۳۳ء کو حافظ راؤ محمد ایوبؒ کے یہاں آنکھیں کھولیں جو قطب زماں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی مجالسِ ذکر واصلاح کے حاضر باش اور دہرادون میں امامت کے فرائض سے وابستہ تھے، عہد طفولیت گھر پر ہی گذرا یہیں مدرسہ فیض ہدایت میں نورانی قاعدہ سے آپ کی بسم اللہ ہوئی، مکتبی تعلیم اور حفظ وغیرہ اپنے والد کی نگرانی میں مکمل فرمائی، بعدازاں جامعہ اسلامیہ ریڑھی میں عربی درجات اور درس نظامی کے بعض زینے طے کرکے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، جہاں چند سال رہ کر آپ نے ۱۹۵۶ء میں سند فراغ پائی، اس زمانہ میں دورۂ حدیث کے اندر کل ۷۴؍طلبہ تھے، آپ نے امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرکے اکابر مظاہر علوم سے خصوصی انعام بھی حاصل کیا، دریں اثنا فقہ وفتاویٰ کی نکتہ داں شخصیت حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ سے یہیں افتاء کی تکمیل وتمرین کی۔ شیخ الحدیث حضرت

مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفرحسین قدس سرہ آپ کی نیک نہادی اوررائے پور سے انتساب کی وجہ سے آپ کے بڑے قدر دان تھے بلکہ شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ تو آپ کواسی وقت پیار میں حضرت رائے پوری کہہ کر مخاطب ہوتے تھے۔

مظاہرعلوم سے فاتحہ فراغ پڑھنے کے بعد برائے تدریس آپ خادم العلوم باغوں والی چلے گئے جہاں آپ نے قدوری، نورالایضاح، کنز الدقائق، شرح وقایہ، علم الصیغہ اور کافیہ کی مثالی تدریس کا وظیفہ نبھایا، اس وقت آپ کی عمر محض ۲۶؍ سال تھی، لیکن تقویٰ وپاک بازی جیسے اوصاف پہلے دن سے خمیر میں شامل تھے، مزید برآں صالح والدین کی تربیت وتاثیر اور رائے پور کے اس وقت کے روحانی اثرات آپ پر سایہ فگن ہوچلے تھے جو گردش روز وشب کے ساتھ ترقی پذیر تھے، اسی لئے نگاہ شناس عارفین نے بھی آپ کے اندر آثارِ ولایت کو بخوبی تاڑ لیا تھا، مظاہرعلوم کے زمانۂ طالب علمی میں آپ کا اصلاحی تعلق اگرچہ جدیدِ زماں حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ رام پوریؒ سے قائم ہوگیا تھا لیکن یہ سوزش عشق مسلسل بے چین کئے رکھتی تا آں کہ قطب دوراں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاںؒ اور دوسرے بزرگوں نے رائے پور کی نسبت کو دوسروں تک منتقل کرنے کا آپ کو مجاز بنایا، حضرت شاہ صاحب کی کیمیا اثر نظر آپ پر بچپن ہی سے پڑی ہوئی تھی، چنانچہ جس سال حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے رمضان منصوری میں گذارنے کا منصوبہ بنایا تو تراویح پڑھانے اور اس میں قرآن سنانے کا شرف مفتی عبدالقیوم ہی کو بخشا، جبکہ سماعتِ قرآن کیلئے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس اللہ اسرارہما کو مامور فرمایا تھا، یہاں کے ریاضات ومجاہدات اور ذکر اللہ کی ضربوں نے آپ کے اندرون پر کیا نقوش ثبت کئے ہوں گے اسے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے، مظاہرعلوم کے اہل انتظام وکبار اساتذہ اپنے اس ہونہار فاضل کی علمی استعداد تام سے چونکہ پہلے ہی واقف تھے جبکہ مزید شہرت ان کے ابتدائی تدریسی تجربات کی نیک نامی سے ہوگئی تھی، جیسے ہی آپ نے باغونوالی کو خیر باد کہا مظاہرعلوم کے دیوار ودر آپ کے منتظر تھے، چنانچہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں ناقلِ فتاویٰ کی حیثیت سے آپ کا تقرر مظاہرعلوم میں کرلیا گیا، فقہ وفتاویٰ میں آپ نہایت متصلب اور زمانہ شناس واقع ہوئے تھے، فقہ کی جزئیات وکلیات کا استحضار رکھنے کے ساتھ مستفتی کے ظروف واحوال اور مقتضیات رخصت وعزیمت سے اغماض

ان کا شیوہ نہ تھا، مع ہذا اتباع نفس اور شائبہ تلفیق کو ان کے یہاں گذر نہ تھا، فتاویٰ نویسی کے ساتھ اس کی تدریس بھی حضرت مفتی صاحب کے ذمے سالہا سال رہی، وہ اعلیٰ درجہ کے کامیاب مدرس اور مقبول استاذ تھے، آپ ہی سے مظاہر علوم میں ہدایہ پڑھ چکے جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا وسیم احمد سنسارپوری بتاتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب کی تدریس وتفہیم کانوں کو بھلی معلوم ہوتی تھی وہ دھیمی مگر رسیلی آواز میں گویا ہوتے لیکن اس کا جادو ہر قریب وبعید کے سر چڑھ کر بولتا تھا۔ جامعہ کے روحِ رواں حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی نے بجا فرمایا کہ حضرت مفتی عبدالقیوم ان خدارسیدہ علماء میں سے ایک تھے جن کے انفاس کی گرمی سے فکر وعمل کی انگیٹھی کو حرارت کا ادراک ہوتا تھا۔

آپ کی ذات گرامی مجموعۂ حسنات تھی، حق کی حمایت اور ہلڑ بازوں کی ناروا طرف داری میں وہ بے حد حساس واقع ہوئے تھے، جب مظاہر علوم میں سوسائٹی رجسٹریشن اور وقف ایکٹ کا معرکۃ الآراء بحران درآیا تو اپنی سادگی وبے نفسی اور فریق نہ بننے والی طبیعت سے پریشان ومنقبض سے رہنے لگے تھے، احقاقِ حق کی سنت پر عمل کرنے کے باوجود بالآخر انہوں نے اس سنامی طوفان کے درآنے سے پہلے ہی مظاہر علوم سے علیحدگی اختیار کرلی جس نے مظاہر علوم کو دولخت کردیا تھا، مظاہر علوم کی ۲۲/سالہ تدریسی کامیاب زندگی کے بعد بالآخر ۱۹۸۵ء میں آپ اسی خانقاہ عالیہ رائے پور میں مسندنشیں ہوگئے جس کے انتظامی امور کی دیکھ ریکھ اس سے پیشتر ہی آپ کو حاصل تھی، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے پاکستان منتقل ہونے کے بعد روح وروحانیت کی فضا ماند پڑ رہی تھی لیکن اس مرشدِ کامل نے یقین ومعرفت کے ایسے چراغ جلائے کہ ایک مرتبہ پھر خدامستوں کو یہاں قرار میسّر آنے لگا، فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفۂ باصفا اور خانقاہ رائے پور کے مرشد اول حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے شریعت وطریقت کے سنگم کا جو رول ماڈل مخلصینِ امت کو دیا تھا حضرت مفتی صاحب نے اسی کے تعارف وابلاغ پر اپنی حیات طیبہ تج وفنا کردی اور اپنی مستجاب خدمات کا صلہ پانے کیلئے اللہ کے دربار عالی میں پہنچ گئے، **تغمده الله بغفرانه و ادخله فسيح جناته**۔ اللہ ان کے نسبی وروحانی وارثین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور اس چمنستانِ معرفت ویقین کو تاابد شاداب رکھے آمین۔

آمین آمین لا ارضی بواحدة حتی اضیف الیها الف آمینا

صدائے قرآن

قرآن کریم کے فضائل

مرغوب الحق گنگوہی

علامہ بدرالدین زرکشیؒ لکھتے ہیں کہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ، علامہ ابوعبید قاسم بن سلام، امام نسائی وغیرہ اور بہت سے علماءِ کبار نے اس بارے میں مستقل کتابیں لکھی ہیں، جیسے علامہ ابن الضریسؒ بقول علامۂ زماں، محقق وقت سیوطیؒ جن میں مجمل طور پر یعنی پورے قرآن کریم کے بارے میں صحیح حدیثیں پائی جاتی ہیں اور خاص خاص سورتوں کے متعلق تعین کے ساتھ کتابیں بھی شامل ہیں اور بعض لوگوں نے جو غلط اور موضوع باتیں احادیث کی چلادی تھیں ان کو محقق علماء نے نکال دیا، یا واضح کر دیا، ان میں سے بعض فضائل، بعض تفسیروں میں آئے ہیں جیسا کہ "تفسیرِ واحدی" اور "ثعلبی" ہے، جن کی علماء نے وضاحت فرمادی ہے۔ (کتاب البرہان رص:۵۱۳رج:۱۔رص:۵۱۹۔رص:۵۳۸)۔

پھر یہ فضائل بعض نے شروع میں اور بعض نے اخیر میں ذکر کئے ہیں، علامہ زمخشریؒ سے معلوم کیا گیا ہے کیونکہ اخیر میں لائے ہیں، فرمایا کہ صفت چاہتی ہے کہ موصوف مقدم ہو اس لئے میں بعد میں لاتا ہوں (برہان رص:۵۱۴رج:۱)۔

اہمیتِ قرآن کریم

اہمیتِ قرآن پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ہی ایک فرمان کو پیش کرتے ہیں، اگرچہ اس موضوع پر بہت سی آیات سے دلالت وہدایت ملتی ہے، مگر سب کا احاطہ دشوار ہے، ارشادِ باری عزاسمہ ہے: لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۲۱) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورۃ الحشر:۲۲)۔

اگر ہم اُتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر، تو تُو دیکھتا، دب جاتا، پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے، اور یہ کہاوتیں ہم سناتے ہیں لوگوں کو، شاید وہ دھیان کریں، وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی، جانتا ہے چھپا اور کھلا، وہ ہے بڑا مہربان رحم والا۔

تشریح: اگر ہم نازل کرتے اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو اے مخاطب یقیناً تو دیکھتا اس پہاڑ کو ہیبت الٰہی سے پارہ پارہ ہوجانے والا، اگر اس پہاڑ میں انسان کی طرح عقل ہوتی شعور عطا کر کے اس پر قرآن نازل کیا جاتا تو وہ سمجھتا اور عظمت وہیبتِ خداوندی سے ایسا متاثر ہوتا کہ ریزہ ریزہ ہوجاتا لیکن افسوس کہ یہ انسان جس پر یہ کلام الٰہی اُتارا گیا، ایسا سخت دل واقع ہوا ہے کہ نہ اس کا دل کانپتا ہے اور نہ خشیت وتقویٰ کے آثار اس میں نظر آتے ہیں انسان کو چاہئے کہ اس امانتِ الٰہیہ کی عظمت کو پہچانے، اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے، آخر اس انسان کو یاد کرنا چاہئے کہ روزِ میثاق اس امانت کو جب اللہ نے آسمان وزمین اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تھا اور آسمان وزمین نے اس کی عظمت وہیبت سے گھبرا کر انکار کر دیا تھا، تو اس حضرتِ انسان نے اس بوجھ کو اُٹھایا تھا اور اس امانت کی حفاظت اور اس کا حق ادا کرنے کا اقرار کیا تھا، كَمَا قَالَ اللّٰهُ

تَعَالیٰ: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (سورۃ الاحزاب،۷۲)۔

یقیناً ہم نے امانت پیش کی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر، تو ان سب نے انکار کیا اس کے اُٹھانے سے اور وہ ڈرے اس سے، اور اس کو انسان نے اُٹھالیا، یقیناً وہ بڑا ظالم اور بڑا جاہل ہے۔

اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے شاید وہ نصیحت حاصل کرلیں اور جس سعادتِ ابدیہ کا حصولِ انسان کی فطرت میں ودیعت رکھا گیا ہے، اس کو حاصل کرسکیں اور فلاح وکامیابی کی منزل تک پہنچنے کی جو صلاحیتیں اس کو عطا کی گئی ہیں اُن کو بروئے کار لاسکیں اور قوتِ نظریہ دُرست کرنے کے بعد قوائے عملیہ کو اس کے تابع کردے، جو صرف حق تعالیٰ شانہ کی ذات وصفات کی معرفت اور دل ودماغ میں اس عقیدہ کو راسخ کرلینے پر موقوف ہے تو جان لینا چاہئے کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، جو چیز انسانی ادراک وشعور سے ماوراء ہو اس چیز کو نہ انسانی حواس ادراک کرسکتے ہیں اور نہ ہی وہاں تک عقل کی پرواز ہے، وہ صرف خدا ہی جانتا ہے اور ہر ظاہر چیز کو بھی خدا ہی جانتا ہے جبکہ انسان بہت سی چیزوں کو دیکھنے اور محسوس کرنے کے باوجود اس کے جاننے سے عاجز رہتے ہیں، وہی بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے جس کی عنایات ورحمتیں انسان کو آمادہ کرتی ہیں کہ وہ صرف اسی رحمٰن ورحیم کی عبادت وبندگی کرے، اس کے خزائن رحمت بے پایاں ہیں دُنیا میں، وہ اپنی رحمتوں سے مؤمن وکافر، انسان وحیوان، شجر وحجر سب ہی کو نوازتا ہے، اس طرح کہ اس کی رحمت وعنایت رحمت ومہربانی کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی پیکرِ تکلیف وشدت میں اس کی یہ رحمت اس کے بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اور ان ظاہری وباطنی رحمتوں کو اس پروردگار نے اپنے مؤمن بندوں کے لئے آخرت میں مخصوص کردیا۔

غرض وہ پروردگار ہی ایسا معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بادشاہ ہے تمام کائنات کا اسی کی سلطنت وحکمرانی کائنات پر جاری ہے، بر وبحر زمین وآسمان پر بسنے والی ہر مخلوق اس کے فرمان کے تابع ہے، کسی کو مجال نہیں کہ اس کے حکم سے عدول کرسکے یا بغاوت کرسکے، وہی بادشاہ ہے۔

فائدہ: امام احمد بن حنبلؒ اور امام ترمذیؒ نے معقل بن یسارؓ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر یہ تین آخری آیات سورۂ حشر کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر کردے گا جو اس پر دُعاءِ رحمت کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ شام ہوجائے اور اسی طرح اگر شام کے وقت پڑھ لے تو صبح تک یہ تعداد فرشتوں کی اس پر رحمت کی دُعا کرتی رہے گی اور اگر وہ اس دن مرے گا تو اس حالت میں انتقال کرے گا کہ وہ شہید ہوگا۔

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں آیت لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کلامِ

الٰہی کی عظمت وہیبت کا جب یہ مقام ہے کہ پہاڑ اپنی سختی وغلظت اور قوت کے باوجود اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ اگر ان میں وہ فہم وشعور ودیعت رکھدیا جائے جو انسانوں کو عطا ہوا ہے تو وہ اپنی اس عظمت وسختی کے باوجود خداوند عالم کی خشیت وہیبت سے پارہ پارہ ہو جاتا تو انسان کی حالت قابلِ افسوس ہے کہ وہ انسانی شعور واحساس رکھتے ہوئے خدا کی خشیت سے متاثر نہ ہو، حالانکہ وہ کتاب الٰہی کو سمجھتا ہے، اس میں تدبر اور غور وفکر کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔

میرے شیخ محترم حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فوائد قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ میرے والد مرحومؒ نے ایک طویل نظم کے ضمن میں یہ تین شعر کہے ؎

سنتے سنتے نغمہائے محفلِ بدعات کو　　　کان بہرے ہوگئے دل بدمزہ ہونے کو ہے
آؤ سنوائیں تمھیں وہ نغمۂ مشروع بھی　　　پارہ جس کے لحن سے طور ہدیٰ ہونے کو ہے
حیف گر تاثیر اس کی تیرے دل پر کچھ نہ ہو　　　کوہ جس سے خاشعاً متصدعاً ہونے کو ہے

حضراتِ عارفین اور علماءِ ربانیین کی تحقیق یہ ہے جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ جمادات ونباتات میں بھی اللہ رب العزت نے احساس وشعور کی صلاحیت رکھی ہے، چنانچہ سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل کی شقاوت اور قساوتِ قلبیہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا **ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِنْ م بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ط وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط** (سورۃ البقرۃ ۷۴)۔

چنانچہ جمادات کے احساس وشعور کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ حضور ﷺ کے واسطے جب منبر تیار کیا گیا اور آپ ﷺ نے پہلی مرتبہ اس پر خطبہ دینا شروع فرمایا وہ کھجور کے درخت کا تنا جو ستون کی طرح مسجد میں گڑا ہوا تھا اور آپ ﷺ اسی پر ٹیک وسہارا لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے تو وہ ستون بے قرار ہو کر اس طرح رونے لگا کہ جیسے کوئی بچہ روتا ہو، یہ آواز سب نے سنی، حضور ﷺ منبر سے نیچے اترے اس ستون کو تھپکا، تسلی دی، جیسے بچے کو تھپک کر تسلی دی جاتی ہو اور اس کو خاموش کیا جاتا ہو، حضرات صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں، ہم نے دیکھا کہ وہ ستون اپنی آواز ضبط کرنے لگا، راوی حدیث اس قصہ کو ذکر کرتے ہوئے "لما كان يسمع من الذكر الوحي" یہ کہ وہ ستون اس وجہ سے رویا کہ وہ جو ذکر اور وحی الٰہی سنا کرتا تھا اب اس سے بعد ہو گیا، اسی وجہ سے اس ستون کا نام ستون حنانہ رکھا گیا۔

حسن بصریؒ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں اے مسلمانو! دیکھو جب ایک لکڑی کا تنا اور ستون رسول اللہ ﷺ کے شوق ومحبت میں بے قرار ہو کر آہ وزاری کرنے لگا تو تم انسان ذی عقل ہو تمہیں چاہئے کہ تم بھی اپنے قلب میں رسول اللہ ﷺ کا شوق اور محبت اس لکڑی کے ستون سے زائد پیدا کرو، یہی وہ چیز ہے جس کو حضرت رومیؒ نے فرمایا ہے ؎

فلسفی کو منکر حنانہ است　　　از حواس انبیاء بیگانہ است

(معارف القرآن ادریسی ۱۴۳ رج: ۸)

صدائے حدیث

اعمال کی قبولیت اخلاص پر منحصر ہے

ابوحذیفہ رشیدی

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ عمل صالح بھی ہو اور خالص اللہ پاک کی رضا ہی مقصود ہو اور دُوسرے کیلئے نہ ہو، ورنہ باری تعالیٰ عزاسمہ فرمادیں گے جاؤ جس کیلئے عمل کیا تھا، اس کے پاس اس کا اجر وصلہ تلاش کرلو اور میں اس سے بے نیاز ہوں اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ میں شریکوں میں شرکت والے معاملہ سے سب سے زیادہ بے زار ہوں، جیسے ہم خالص گھی، خالص شہد، خالص دُودھ، خالص اشیاء پسند کرتے ہیں اور پہلے ہی یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خالص بھی ہے؟ اسی طرح باری تعالیٰ عزاسمہ کے یہاں نماز جو خالص ہوگی، زکوٰۃ، روزہ اور حج عمرہ، انفاق فی سبیل اللہ اور دُوسرے اعمال بھی خالص ہی قبول ہوں گے جن میں ریا اور شہرت وسُمعت نہ ہوگی، اسی طرح ذکر، تلاوت اور نوافل کا معاملہ ہے، وہ جب ہی قبولیت کے درجہ تک پہنچیں گے جبکہ خالص ہوں گے، شیطان کا مدار اسی بات پر ہوتا ہے کہ انسان اعمالِ صالحہ ہی نہ کرے اور جب کرنے لگتا ہے تو اس کی نیت فاسد کردیتا ہے اور اس میں ریا کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، اسی خلوص کو پیدا کرنے کی محنت کا نام تزکیۂ نفس ہے اور مخلص وہ شخص کہلائے گا جس نے اپنے عمل سے اللہ پاک کی قربت کا قصد کیا ہوگا۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: **ومن کان غرضه محض التقرب الی اللّٰه تعالیٰ فهو مخلص** (احیاء العلوم ص:۲۸۶ / ج:۵) جس کی غرض صرف اور صرف اللہ پاک کا تقرب حاصل کرنا ہو تو وہی مخلص ہوتا ہے اور ریاءکار کو قیامت میں چار ناموں سے پکارا جائے گا: یَامُرَائِیُ، یَا مُخَادِعُ، یَامُشْرِکُ، یَاکَافِرُ، اے دکھاوا کرنے والے، اے دھوکہ باز، اے کافر، اے مشرک، اور یہی نفاق ہے (احیاء العلوم ص:۲۸۷ / ج:۵)۔

بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا ارادہ ہر شئی میں خیر و بہتر اور عمدہ ہو، چاہے میرا کھانا ہو، پینا ہو، سونا ہو، بیدار رہنا ہو، گھر میں جانا ہو، بازار میں جانا ہو، یا مسجد میں جانا ہو، یا مدرسہ میں جانا ہو۔

الغرض دینی مقامات یا دُنیوی مقامات پر لباس ہو، اس میں تقرب الی اللہ کا قصد ہو، جب کھانا کھاؤ تو عبادات پر قوت حاصل کرنے کی نیت کرو، جماع کرو تو پاکیزگئ نفس اور شیطان سے حفاظت کی نیت کرو اور تطہیر قلب واہل اللہ ومشائخ کے حصول کی نیت کرو، تو یہ تمام اُمور عبادت بن جائیں گے، ٹھیک اسی طرح عطر لگاؤ تو اچھی خوشبو دُوسروں کو پہنچانے کی نیت کرو اور مسجد والوں کو خوش کرنے کی اور پڑوسیوں کو راحت پہنچانے کی، یہ مثالیں ہیں اس طرح میرا ہر عمل صالح بن جائے گا اور موجبِ ثواب اور ذریعۂ فوز وفلاح وصلاح بن جائے گا۔

اخلاص کے بارے میں اقوال مشائخ

بعض نے فرمایا: **اخلاص** یہ ہے کہ اپنے آپ کو مخلص نہ سمجھے جو اپنے آپ کو مخلص جانے گا اس کو **اخلاص** کی احتیاج ہوگی (احیاء العلوم ص:۲۸۹ ج:۵)۔

حضرت سہلؒ سے معلوم کیا گیا کہ سب سے مشکل امر کون سا ہے؟ فرمایا **اخلاص** ہے، حضرت رویم نے فرمایا کہ **اخلاص** یہ ہے کہ دارین میں اس کا کوئی عوض طلب نہ کرے، حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ **اخلاص** نام ہے صدق نیت مع اللہ کا، یہ تو بہت اُونچا مقام ہے جو صدیقوں کو ہی حاصل ہوتا ہے، یہ **اخلاصِ مطلق** ہے اور جو جنت کے حصول اور جہنم سے فرار کیلئے عمل کرتا ہے وہ بھی مخلص ہے مگر اُوپر والے سے کم، اس وجہ سے حظوظِ نفس سے بری ہونا بھی آسان نہیں ہے اور اس کا دعویٰ بھی کون کرسکتا ہے۔

ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ **اخلاص** نام ہے "نِسْیَانُ رُؤْیَةِ الْخَلْقِ" کا اور یہ اسوقت حاصل ہوگا جب کہ نظر دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو، اور بعض نے فرمایا **اخلاص** اسوقت ہوگا جبکہ مخلوق سے پوشیدہ ہوگا، یہ بات فرائض میں تو نہ ہوگی، البتہ نوافل میں ہوسکتی ہے، اس لئے حضرات فقہاءِ کرام نے فرمایا: لَارِیَافِی الْفَرَائِضِ۔

فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا: تَرْکُ الْعَمَلِ مِنْ اَجْلِ النَّاسِ ریا ہے" کہ لوگوں کی وجہ سے کام کو چھوڑ دینا" اور "عمل من اجل الناس (یعنی لوگوں کی وجہ سے کسی کام کو انجام دنیا) شرک ہے۔

اخلاص یہ ہے کہ تم دونوں سے عافیت میں رہو، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا **اخلاص** یہ ہے کہ رب کے معاملہ میں مخلوق کو دخل نہ دے، حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا خالص عمل کیا ہے؟ تو فرمایا: وہ عمل ہے جو محض اللہ کے لئے کیا جائے، اس پر کسی کی تعریف کا خیال اور وہم نہ ہو۔

اخلاص پر صراحت کے ساتھ بہت سی نصوص دلالت کرتی ہیں

جس سے اس کا مطلوب اور مقصود ہونا ثابت ہوتا ہے، (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (سورۃ الفاتحہ) ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، یعنی صرف اور صرف ہمارے معبود اور مستعان آپ ہی ہیں، دُوسرا کوئی نہ تو عبادت میں آپ کا شریک وسہیم کیا جاسکتا ہے اور نہ استعانت میں، اور یہ ہی **اخلاص** کی کیفیت ہے کہ عمل میں اس بات کا مکمل استحضار ہو کہ یہ عمل اللہ پاک ہی کیلئے ہے، اور یہاں عبادت میں تو ایمان واطاعتِ الٰہی کی یہ صورت داخل ہے، اور عبادت نام ہے غایت درجہ تذلّل اور تواضع عاجزی کے ساتھ غایت درجہ تعظیم وتکریم انتہائی درجہ محبتِ الٰہی کا، اور تمام کاموں میں استعانتِ باری کرنے کا، عبادت ہو یا دینی دُنیوی کوئی بھی معاملہ ہو، سب اس میں شامل ہے، یعنی مؤمن بندہ کی شان یہ ہے کہ اس کی عبادات کا مقصود اللہ پاک ہی کی رضا ہو اور وہ اللہ پاک

ہی سے مدد حاصل کرنے والا ہو، یہ خلاصہ ہے، آگے اس کی تشریح وتوضیح ہے۔

قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں اِنْ تُبْدُوْاالصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّاهِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَاوَتُؤْتُوْهَاالْفُقَرَآءَ فَهُوَخَیْرٌلَّكُمْ وَیُكَفِّرُعَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَاتَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (سورۃ ال عمران، ۲۷۱) یعنی صدقات کو ظاہر کرکے دینا بھی اچھا ہے اور اگر چھپا کر دو تو یہ بہت ہی بہتر ہے اور کفارہ سیئات کا سبب ہے، اللہ پاک تمہارے کاموں سے باخبر ہے، یعنی یہ سب اچھی نیت کا معاملہ ہے، لیکن سراً صدقہ زیادہ افضل ہے، حدیثِ پاک میں ہے سراً صدقہ کرنے سے اللہ پاک کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ آیتِ پاک نفلی صدقہ سے متعلق ہے اور فرض زکوۃ میں افضل اظہار ہے تاکہ لوگ اقتداء کریں، جیسے فرض نماز باجماعت افضل ہے اور نوافل گھر میں افضل ہیں، اور کہا گیا ہے کہ فرض زکوۃ کے بارے میں ہی فرمایا گیا ہے، مگر یہ نبیٔ پاک ﷺ کے عہد میں افضل تھا کہ چھپا کر زکوۃ دی جاتی تھی اور ہمارے زمانے میں کھلم کھلا ہی افضل ہے تاکہ بدظنی نہ ہو (بغوی ۲۵۸)۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سبعۃ یظلھم اللّٰہ عزوجل یوم لا ظلہ الا ظلــــہ (بغوی رص:۲۵۸) اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ سات افراد کو اللہ پاک اپنے سایہ میں جگہ دیں گے جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا، سوائے اللہ کے سایہ کے، ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جو اس طرح دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے کہ بائیں کو خبر نہ ہو، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَآاُمِرُوْآاِلَّالِیَعْبُدُوْااللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوْاالصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْاالزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ (سورۃ البینۃ، ۵)

حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی لئے خاص رکھیں یکسو ہو کر، اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوۃ دیا کریں، اور یہی طریقہ ہے ان دُرست مضامین کا (انوار البیان)۔

اس آیت پاک میں بتا دیا گیا کہ ایسی عبادت کا حکم ہے جو خالص اللہ پاک کے لئے ہو، اس میں دُوسرا کوئی شریک نہ ہو، اسی کا حکم سب کو ہے اگلے لوگوں کو بھی ان کی کتابوں میں اسی کا حکم تھا، جیسے توریت وانجیل، اور یہی حکم ہے اس اُمت کو بھی قرآن کریم میں، اس کے بغیر عبادات قبول نہ ہوں گی۔

حج اور عمرہ جیسی اہم ترین عبادتیں بھی اخلاص ہی پر مبنی ہیں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ حج اور عمرہ اللہ ہی کیلئے پورا پورا ادا کرو، لِلّٰہ میں اشارہ ہے کہ حج اور عمرہ جیسی عبادات تب ہی قبول ہوں گی جب کہ اُن کا مقصد اللہ کی رضا ہو اور یہ عبادات اللہ پاک کی رضا کیلئے ہوں گی، حقیقت بھی یہی ہے کہ حج اور عمرہ آسان ہے مگر اللہ کے لئے کرنا ہی سب سے مشکل ہے۔

ایک جگہ فرمایا: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ

الْعٰلَمِیْنَ (سورۂ آل عمران ۹۷) اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی جانے کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں (آسان تفسیر)۔

راتوں کے قیام میں بھی مکمل اخلاص ہونا ضروری ہے، اگر اخلاص ہوگا تب ہی قبولیت کا مقام حاصل ہوگا جیسا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّداً وَّقِیَاماً (سورۃ الفرقان ۶۴) اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں (آسان تفسیر) اس آیت پاک میں بھی اس چیز کی وضاحت ہے کہ ان لوگوں کی عبادات خالص اللہ کے لئے ہوتی ہیں اسی لئے قبولیت کا مقام حاصل کرتی ہیں۔

اسی طرح تمام عبادتیں اللہ کے لئے کرنے کی بابت ارشاد ہے: اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۶۲) بلاشبہ میری نماز اور میری سب عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کیلئے ہے (انوار البیان)۔

حضرات صحابہ کی مدح سرائی اور انکے اخلاص کو حق تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا: اور حضرت نبی کریم ﷺ کو انکی ہم نشینی کا حکم صادر فرمایا جیسا کہ اس آیت کریمہ کے سبب نزول سے بالکل واضح ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ وَلَاتَعْدُعَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَاوَلَاتُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَاقَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَاوَاتَّبَعَ ھَوٰهُ وَکَانَ اَمْرُهٗ فُرُطاً (سورۂ کہف ۲۸) اور اپنے آپ کو استقامت سے ان لوگوں کے ساتھ ساتھ رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو اس لئے پکارتے ہیں کہ وہ اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں، اور تمہاری آنکھیں دُنیوی زندگی کی خوبصورتی کی تلاش میں ایسے لوگوں سے ہٹنے نہ پائیں اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گذر چکا ہے (آسان ترجمہ)۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ، احسان نام ہی ہے اخلاص کا اور یہی احسانی کیفیت پیدا کرنے کا نام حضور مع اللہ ہے جس کو حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّهٖ اَحَداً (سورۂ کہف، ۱۱۰) جس کسی کو اپنے مالک سے جا ملنے کی اُمید ہو اسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے (آسان ترجمہ)۔

رسول اللہ ﷺ سے جب اخلاص کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: ان تقول ربی اللہ ثم تستیقم کماامرت، یوں کہو کہ میرا رب اللہ ہے اور پھر اللہ کے حکم پر جم جاؤ جیسا کہ حکم ہے۔ اپنی اپنی خواہش کے مطابق نہ کرو اور نفس کی عبادت نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یہ اشارہ ہے کہ ماسویٰ سے قطع نظر اختیار کرلو یہی اخلاص ہے (احیاء العلوم رص: ۲۹۰)۔

افادات (شرح ترمذی سے ماخوذ)

باب ماجاء من الرخصة فی ذٰلک

[طلباء کے لئے]

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب نقشبندی
محدث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

محمد بن بشار کے احوال گزر چکے ہیں **محمد بن المثنیؒ بن عبید العنزی** کنیت ابوموسی ہے، آپ مشہور رواۃ حدیث میں سے ہیں آپ معتمر بن سلیمان اور سفیان بن عینہ اور ایک بڑی جماعت سے روایات نقل کرتے ہیں اور آپ سے ائمہ ستہ نے روایات لی ہیں محمد بن یحی نے فرمایا کہ آپ حجت ہیں ۲۵۲ھ میں انتقال ہوا ہے (کذا فی الخلاصۃ، تحفۃ الاحوذی رص ۲۰ رج:۱) علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ رص:۲۷ ۴ رج:۲ رمیں لکھا ہے کہ آپ ممتاز حافظ حدیث اور حجت ہیں بصرہ کے رہنے والے تھے محدث بصرہ آپ کا لقب تھا صالح جزرہ کہتے ہیں کہ میں ان کو بندار سے مقدم سمجھتا ہوں اور ان کی عقل میں قدرے فتور تھا، ابوعروبہ حرانی کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ابوموسی اور یحی بن حکیم سے زیادہ پختہ کار راوی نہیں دیکھا آپ کا انتقال رجب ۲۵۲ھ میں ہوا ہے آپ کی پیدائش ووفات محمد بن بشار کے ساتھ ہوئی اور دونوں زندگی میں بھی ساتھ رہے انتہی کلام الذہبیؒ۔

وہب بن جریر بن حازم بن زید ابوعبد اللہ الازدیؒ البصری ثقہ ہیں اپنے والد اور ابن عون، شعبہ اور دوسرے علماء سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے احمد واسحٰق وغیرہ نے احادیث لی ہیں محدثین نے توثیق کی ہے ۲۰۶ھ میں انتقال ہوا آپ کی کنیت ابوالعباس ہے بصرہ کے ممتاز حافظ حدیث ہیں قبیلہ ازد سے نسب والا تعلق رکھتے ہیں پختہ کار ائمہ حدیث میں سے ہیں آپ نے احمد جریر بن حازم اور دوسرے محدثین سے روایت کی ہے امام دارمی نے امام یحی بن معین سے ان کی ثقاہت نقل کی ہے احمد عجلی کہتے ہیں کہ آپ بصرہ کے ساکن ہیں ثقہ راوی ہیں عفان ان میں کلام کرتے تھے حج سے واپسی پر راستہ میں وفات ہوئی ۲۰۶ھ میں ۷۰ رسال سے زائد عمر پائی (کذا فی التذکرۃ رص ۳۳۶ رج ۱)۔

اَبِی یعنی جریر بن حازم: یہ گذشتہ راوی وہب کے والد ہیں، ثقہ ہیں، مگر قتادہ سے روایت کرنے میں ضعف

ہے جب کہ اپنے حافظہ سے بیان کرتے تھے تو وہم کر جاتے تھے ۷ےاھ میں انتقال ہوا، انتقال سے پہلے اختلاط کر جاتے تھے، مگر انہوں نے اختلاط کی حالت میں تحدیث نہیں کی (کذافی التحفۃ، تذکرۃ الحافظ رص:۱۹۹؍ ج:۱) میں تفصیل ہے قال ابو حاتم ، صدوق ، صالح ، قال ابن عدی مستقیم الحدیث صالح فیہ۔

محمد بن اسحاق صاحب مغازی ہیں کنیت ابوبکر ہے مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں ممتاز حافظ حدیث مغازی کے مستند مصنف ہیں قیس بن مخرمۃ بن مطلب کی طرف نسبت سے مطلبی کہلاتے ہیں آپ کو خادم رسول اللہ ﷺ انسؓ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے آپ اپنے والد اور چچا موسی کے علاوہ عطاء، اعرج، ابراہیم تیمی، عمر بن شعیب، نافع، ابوجعفر اور دوسرے، بہت سے لوگوں سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے جریر بن حازم، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، ابراہیم بن سعد، اور دوسرے، بہت سے حضرات روایت کرتے ہیں، آپ علم کا خزانہ ہیں، سیر اور مغازی میں آپ کی شان بہت بلند ہے، مگر حدیث میں آپ زیادہ مضبوط نہیں تھے، اس لئے اس کی حدیث بعض کے نزدیک حجت کے درجہ سے گرگئی ہے، ورنہ ثقہ، صدوق اور پسندیدہ یہ آدمی ہیں، امام یحی بن معین نے ثقہ فرمایا ہے، مگر قابل حجت نہیں ہے، امام احمد نے فرمایا کہ آپ کی حدیث حسن ہے۔ امام علی بن المدینی کہتے ہیں ان کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ امام نسائی نے فرمایا تھا کہ قوی نہیں ہیں۔ دار قطنی نے کہا ہے ان سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ امام شعبہ نے امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے، یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ اگر میں بادشاہ ہوتا تو محمد بن اسحٰق کو تمام محدثین پر امیر مقرر کرتا۔ امام مالکؒ ان سے بگڑے ہوئے تھے ان کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتے تھے فرماتے تھے کہ اگر حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان میں قسم کھاؤں کہ محمد بن اسحٰق ایک دجال ہے تو میں حانث نہ ہونگا۔

ایسا کیوں کہا؟۔ جواب: انہوں نے امام مالکؒ کے بارے میں ایک بار کہد یا تھا کہ مالک کا علم میرے سامنے پیش کرو میں اس کا بیطار ہوں (بیماروں کا جاننے والا) یہ بات کسی نے امام مالک کو بتادی تھی اس لئے وہ ان سے ناراض تھے یہ ایک معاصرانہ چشمک ہے المعاصرۃ قنطرۃ المنافرۃ مشہور ہے، اور یہ بھی منقول ہے کہ امام مالکؒ نے ابن اسحاق کے بارے میں اپنے کلام سے رجوع کر لیا تھا اور ان سے تعلق استوار کر لئے تھے اور ان کے پاس ہدیہ بھی بھیجا تھا، انتہی کلام ابن الہمام (تحفۃ الاحوذی رص:۲۱؍ ج:۱)۔

اس کے برخلاف امام بخاری نے ان کو امام الحدیث فرمایا ہے سفیان بن عینہ فرماتے تھے کہ میں نے کسی کو محمد بن اسحاق پر تہمت لگاتے نہیں دیکھا ہے، بعض کا خیال ہے کہ فرقۂ قدریہ کی طرف مائل تھے، محدثین کرام کے درمیان یہ طے شدہ امر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مغازی اور جنگی کارناموں میں ابن اسحٰق مرجع ہیں، گو بعض دفعہ یہ

اہلِ تشیع سے بھی نقل کرتے ہیں، البتہ حلال وحرام کے بیان میں حجت نہیں ہیں مگر بالکل گئے گذرے بھی نہیں ہیں، ان سے استشہاد کیا جاتا ہے، یہ سب کلام علامہ شمس الدین محمد الذہبیؒ کا ہے (دیکھئے تذکرۃ رص ۱۸۲رج ۱)۔

علامہ ابن الہمامؒ نے فرمایا کہ محمد بن اسحٰق ثقہ ثقہ ثقہ ہیں علامہ عینی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے **محمد بن اسحق من الثقات الکبار عند الجمهور انتهٰی و قال ابن الهمام فی فتح القدیر اما ابن اسحٰق فثقة ثقة لاشبهة عند نا فی ذلک ولا عند محققی المحدثین** (تحفۃ الاحوذی رص ۲۰)۔

السعایہ میں علامہ لکھنوی نے فرمایا ہے **والحق فی ابن اسحٰق هو التوثیق** علامہ انورشاہ کشمیری کے نزدیک آپ رواۃ حسان میں سے ہیں **کما فی المیزان** ایک جماعت کے قول کے مطابق وفات ۱۵۱ھ، اور بعض نے ۱۵۲ھ کہا ہے، بغداد شہر میں مدفون ہیں۔

عن ابان بن صالح: ابان اگر وزن فعل پر ہے تو غیر منصرف ہے اور اگر فعال کے وزن پر ہے تو منصرف ہے **ومن غیر یصرف ابان فهو اتان** بطور لطیفہ، کنیت ابوبکر ہے، ۶۰ھ میں ولادت ہے، علامہ ابن حزم نے فرمایا **ابان بن صالح بن عمیر بن عبید القرشی وثقة الائمة ووهم ابن حزم فجهله وضعفه ابن عبدالبر**، یحی بن معین ابوحازم، ابوزرعہ، عجلی، نسائی نے توثیق کی ہے ابن عبدالبر اور ابن حزم کو ناواقفیت کی بنا پر وہم ہوگیا انہوں نے تضعیف کردی حالانکہ ثقہ ہیں (منہل رص:۵۸) عسقلان شہر میں ۱۱۵ھ میں وفات ہوئی۔

مجاہد بن جبر: آپ حدیث وتفسیر کے مشہور امام ہیں رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ والد کا نام جبر ہے کنیت ابوالحجاج ہے ولادت ۲۱ھ وفات ۱۰۳ھ (منہل رص:۵۸)۔ **مخزوم مجاهد بن جبر المخزومی المکی** قریش کے مشہور قبیلہ بنومخزوم کی طرف نسبت ولا کی بناء پر مخزومی کہلائے مکہ معظّمہ کے رہنے والے تھے مشہور زمانہ امام تفسیر حافظ حدیث ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص، عائشہؓ، ام ہانی، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباسؓ سے سماع حدیث کیا، بڑے تابعی ہیں ایک عرصۂ دراز ابن عباس کی خدمت میں رہے قرآن کریم باضابطہ سیکھا اور تفسیر حاصل کی، علم کا خزانہ عامرہ تھے، آپ کے تلامذہ میں قتادہ، حکم بن عتیبہ، عمرو بن دینار، اعمش، منصور، ایوب، ابن عون اور بہت سے لوگ ہیں، خود فرماتے تھے کہ میں نے ابن عباسؓ کو تین مرتبہ قرآن کریم سنایا، ہر ایک آیت پر ٹھہر جاتا اور معلوم کرتا کہ کس کے بارے میں اتری اور اس کا شان نزول کیا ہے، آپ سے خصوصیت کے ساتھ علامہ ابن کثیر، عمرو بن العلاء، ابن محیصن نے فن قرأت اور علم تفسیر حاصل کیا، قتادہ نے فرمایا موجودہ لوگوں میں تفسیر قرآن کے سب سے بڑے عالم مجاہد تھے، ابن جریج کہتے ہیں کہ امام مجاہد سے حدیث کا سماع کرنا مجھے اپنے اہل ومال سے زائد

پسندیدہ امر ہے، خصیف نے کہا موجودہ دور میں تفسیر کا علم مجاہد سے زائد رکھنے والا کوئی اور نہیں ہے، مجاہد خود فرماتے ہیں کہ میں سوار ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عمر میری سواری تھامتے تھے، **قال ابن حبانؒ كان فقيهًا ورعاً عابداً متقناً** اعمش کہتے ہیں جب میں مجاہد کو دیکھتا تو انہیں سادہ اور نہایت کم قیمت لباس پہننے کی وجہ سے حقیر سمجھتا اور یہ سمجھتا کہ یہ کوئی خرکار ہے جس کا گدھا گم ہوگیا ہے اور اس کی وجہ سے پریشان ہے لیکن جب علمی بحث میں لب کشائی فرماتے تو ان کے منھ سے موتی جھڑتے تھے، اکثر علماء کے نزدیک ۱۰۳ھ میں آپ کا وصال ہوا ہے، آپ نے ۸۳/سال عمر پائی، مکہ میں وفات ہوئی سجدہ کی حالت میں، اعمش کہتے ہیں کہ آپ کو ہر عجیب چیز دیکھنے کا بیحد شوق تھا ایک دفعہ بَرہوت کا کنواں دیکھنے کیلئے حضرموت یمن کا سفر کیا تو دوسری دفعہ ہاروت ماروت کا کنواں دیکھنے کیلئے بابل کا سفر کیا، وہاں کے حاکم سے اپنا ارادۂ سفر ظاہر کیا تو اس نے ایک جادوگر بلایا اور کہا انہیں لیجاؤ اور ہاروت ماروت دکھلاؤ، جادوگر یہودی تھا بولا شرط یہ ہے کہ ان کے پاس جاکر اللہ کا نام نہ لیں چنانچہ وہ آپ کو قلعہ میں لے گیا ایک جگہ پہنچ کر ایک پتھر اکھاڑا اور کہنے لگا میرا پاؤں پکڑلو اس کے بعد وہ ایک بہت بڑے گڑھے میں اترا جہاں پہاڑوں کی طرح عظیم الجثہ ہاروت ماروت الٹے لٹکے ہوئے تھے ان کے دیکھتے ہی آپ کے منھ سے ''**سبحان الله خالقهما**'' نکلا، پھر کیا تھا وہ تھر تھر کانپنے لگا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ آپس میں ٹکرا گئے ہیں اور آپ پر اور اس یہودی پر غشی طاری ہوگئی، جب کچھ دیر گذری تو ہوش میں آئے تو یہودی کہنے لگا کہ تم نے تو مجھے بھی اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کرڈالا تھا (تذکرۃ ص۹۲/ج ۱)۔

عن جابر بن عبد اللهؓ: پورا نام اس طرح ہے جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاریؓ کنیت ابوعبداللہ ہے، امام فقیہ اور اپنے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں مفتی تھے، قبل الہجرت عقبہ کے پاس ۷۰/انصاریوں نے بیعت کی تو ان سب کے اخیر میں بیعت کرنے والے یہی بزرگ تھے، انہوں نے سرور عالم ﷺ سے علم وعمل کا بہت نفع حاصل کیا تھا، ان کے پاس احکام حج پر مشتمل ایک رسالہ بھی تھا جسے امام مسلم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے یہ جنگ بدر اور اس کے بعد جنگ احد میں شرکت کرنا چاہتے تھے لیکن ان کے والد ان کی بہنوں کی حفاظت کیلئے ان کو گھر چھوڑ کر جاتے تھے، والد کی شہادت کے بعد جنگ خندق اور بیعۃ الرضوان میں شرکت کی ہے، آپ نے بڑی طویل عمر پائی ہے، اخیر میں نابینا ہوگئے تھے، جابر کہتے ہیں جس رات میں آنحضرت ﷺ نے مجھ سے اونٹ خریدا اس رات میں میرے لئے ۲۵/مرتبہ مغفرت کی دعا کی ہے ۹۴/سال عمر پا کر ۷۸ھ میں مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا ہے (تذکرۃ ص:۵۵)۔

تعداد روایات

کل مرویات بقول علامہ ابن حزمؒ ۱۵۴۰/احادیث ہیں (تذکرۃ الحفاظ ص:۵۵)۔

مضامین

اسلام میں طلاق کا قانون اور عورت کی حیثیت

(ایک تقابلی جائزہ)

مولانا شمشاد احمد مظاہری
استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

نکاح معاشرہ کے سدھار، مرد وعورت کے آپسی حقوق کی ادائیگی، فطری جنسی جذبات وخواہشات کی تسکین، انسانیت کی بقاء اور صحیح نظامِ زندگی جینے کا ایک بہترین ذریعہ ہے، نکاح زندگی کے آخری سانس تک کا ایک غیر منقطع بندھن ہوتا ہے، لیکن چونکہ انسانوں کی طبیعتیں اور فطرتیں مختلف ہوتی ہیں بالکل یکسانیت کسی میں بھی نہیں ہوتی، اسی فطری تقاضہ کے مطابق میاں بیوی کی خوش گوار زندگی میں کہیں ایسا موڑ بھی آجاتا ہے کہ ان میں نا اتفاقی ہوجاتی ہے، کبھی تو یہ نا اتفاقی معمولی ہوتی ہے جو چند گھنٹوں یا چند دنوں میں ختم ہوجاتی ہے اور کبھی کبھی مؤثر اور مضبوط سبب کی وجہ سے اتنی پائیدار ہوجاتی ہے کہ ایک دوسرے سے پیچھا چھڑانا ناگزیر ہوجاتا ہے۔

مثلاً اگر بیوی بدکردار، بدچلن، آوارہ اور بدزبان مل جائے تو ایک شریف انسان کے لئے وہ مستقل عذابِ جان بن جاتی ہے، شوہر کی زندگی کا سارا لطف وسکون غارت ہوجاتا ہے اور وہ مستقل طور پر ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوجاتا ہے، اب ایسی عورت کو چمٹائے رکھنا ہی مناسب ہے یا اس سے نجات وکنارہ کشی کا کوئی راستہ ضروری ہے، یقیناً دنیا کا ہر دانشور یہی جواب دے گا کہ اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا قانون وراستہ ہونا چاہئے۔

ایسے ہی اگر ایک شریف عورت کو بدکردار، بدقماش، شرابی، جواری اور نکما شوہر مل جائے تو عورت کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے، زندگی کے ایک ایک پل کا چین وسکون ختم ہوجاتا ہے، تو عورت کو ایسے شوہر سے پیچھا چھڑانے کا کوئی راستہ اور قانون ہونا اشد ضروری ہے، اگر یہ قانونِ طلاق نہ ہوتو ہزار ہا عورتیں مظالم ومصائب سے پریشان ہوکر جب چھٹکارے کی راہ نہ پاتیں تو یا تو ناجائز اور حرام کاری میں مبتلا ہوتیں یا پھر دنیا سے اپنا رشتہ منقطع کرنے کو ترجیح دیتیں، جیسا کہ وطنِ عزیز کے اکثریتی طبقہ میں شادی شدہ عورتوں کی خودکشی کے واقعات سننے اور دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔

اسلام نے ہمیشہ سے عورت کو اعلیٰ وارفع مقام سے نوازا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے پھیلائے بہت سے مرد وعورتیں (سورۂ نساء) (جوڑے سے مراد حضرت آدم وحوا علیہما السلام ہیں)۔

لڑکیوں کی پیدائش اوران کے ساتھ اچھابرتاؤاورشفقت ومحبت کے ساتھ ان کی پرورش کرنے پرحدیث شریف میں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے،حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:تم میں سے کسی کے یہاں تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان سے حسنِ سلوک کا برتاؤ کرے تو ضرور جنت میں داخل ہوگا(ترمذی رص:۱۳۰رج:۲)قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوعورت کا تعلق چولی دامن کا سا ہے،فرمایا گیا:وہ تمہارا لباس ہیں اورتم ان کا لباس۔

قرآن نے میاں بیوی کے ازدواجی رشتہ کولباس سے تعبیر فرما کر میاں بیوی کے آپسی تعلق کی جس شدت اور جذباتیت کو بیان کیا ہے،دیگر مذاہب میں اس کی نظیر بھی ملنی مشکل ہے۔

محمد عربی ﷺ نے بیوی سے خیر خواہی اور حسن سلوک کو ایمان کی نشانی قرار دیا ہے،حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جو شخص اللہ پراورآخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اورتم عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو،اس لئے کہ ان کی پیدائش مرد کی پسلی سے ہوئی ہے،اور پسلی میں اوپر کا حصہ سب سے زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے،اگرتم اسے سیدھا کرنا چاہو تو ٹوٹ جائے گی،اوراگر چھوڑ دوگے تو ٹیڑھی ہی رہ جائے گی، اس لئے عورتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ(مشکوۃ شریف رص:۲۸۰رج:۲)۔

ایک حدیث میں نیک بیوی کو اللہ سے تقویٰ کے بعد دنیا کی سب سے بڑی نعمت فرمایا گیا ہے۔

اسلام کا قانونِ طلاق

بسا اوقات نکاح کے بعد فطری کمزوریوں ،جسمانی اور جنسی قوت کے فقدان ، معاش کی تنگی ،مزاج کی ناموافقت،اورمیاں بیوی میں سے کسی ایک کے بدچلن ہونے اوردیگر اسباب ومحرکات کی وجہ سے نبھاؤ مشکل ہوتا ہے اور نکاح کے حقیقی منافع سے آدمی محروم رہتا ہے اورآپس میں محبت والفت کے بجائے بغض وعداوت،دشمنی اورکینہ سوزی جیسے مہلک امراض پیدا ہوجاتے ہیں اورزندگی وبال جان بن جاتی ہے،ایسے سنگین اورپیچیدہ صورتِ حال میں جدائیگی کی شدید ضرورت پڑتی ہے،اسلام نے ایسے ہی نازک اورحساس موقع پر قانون طلاق کے استعمال کی اجازت دی ہے تاکہ دونوں الگ الگ رہ کر سکون کی زندگی گزارسکیں،علاوہ ازیں اس قانون کے غلط اور بے جا استعمال پر جن سخت الفاظ میں تنبیہ اور ممانعت کی گئی ہے ان کو بھی ملاحظہ کرلینا چاہئے،ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:اللہ جل شانہ کے یہاں جائز چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے(مشکوۃ رص:۲۸۳رج:۲)ایک دوسری حدیث میں ہے: نکاح کرومگر طلاق نہ دوکیوں کہ اس سے عرشِ الٰہی بھی کانپ جاتا ہے(جمع الفوائد)۔

معلوم ہوا کہ طلاق اسلام کی نظر میں نہایت ناپسندیدہ چیز ہے،صرف شدید مجبوری اورناگزیر حالات میں ہی حکمت ومصلحت کے پیشِ نظر اس کی اجازت دی گئی ہے،جب ہم اسلام کے قانون طلاق اوراس کی حکمت ومصلحت اوراسلام میں

عورتوں کے حقوق کی پاسداری اور صنفِ نازک کی تعظیم وتکریم کا موازنہ دیگر مذاہب کے قانون طلاق اور عورتوں سے ان کے برتاؤ کو لے کر کرتے ہیں تو ہمیں حقوق نسواں اور آزادیٔ نسواں کے بلند بانگ کھوکھلے اور جھوٹے نعروں سے پردہ اٹھتا نظر آتا ہے۔

ہندو مذہب میں قانونِ طلاق اور عورت کی حیثیت

ہندو مذہب میں نکاح اور طلاق کا رواج دوسری اقوام ومذاہب سے بالکل الگ اور نہایت ظالمانہ تھا، ایک شادی شدہ عورت پورے خاندان کے لئے کافی سمجھی جاتی تھی، خاندان کے ہر فرد کو اس عورت پر ہر قسم کے تصرف کا حق ہوتا، ایک دوسرا طریقہ یہ بھی تھا کہ عورت چند مردوں سے شادی کرنے کی مجاز ہوتی، ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق دیتی اور کسی کے حق میں کوئی کمی یا زیادتی نہ ہوتی بعض طبقوں میں حالت اس سے بھی بدتر تھی، عورت ایک ہی وقت میں گیارہ گیارہ مردوں سے نکاح کرتی اور ہر ایک کو استفادہ کا مساوی حق حاصل رہتا غریب لوگ بھی اپنی غربت کی وجہ سے ایک ہی عورت سے شادی کر لیتے جو پورے خاندان کیلئے مصرف بنتی مختلف علاقوں میں اس کا عام رواج تھا، طلاق کے معاملہ میں یہ قوم ایک قدم اور آگے تھی، عورتوں کو بھی طلاق کا حق ہوتا، ایک وقت میں ایک عورت چار بالغ مردوں سے نکاح کرتی اور جب چاہتی طلاق دے ڈالتی، مردوں کو بھی پورا اختیار حاصل تھا جب چاہا طلاق دی اور دوسری کو لا کر گھر بسالیا، دو چار دن لطف اندوز ہونے کے بعد اسے چھوڑ کر تیسری لے آتے، اسی طرح جب عورت کی جوانی ڈھل جاتی اور دوشیزگی کو خیر باد کہہ دیتی تو وہ کہیں کی نہ رہتی اور نسل کی حفاظت اور اولاد کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت کا تو دور دور تک تصور نہ تھا، کیونکہ بچہ کی پیدائش کے بعد ماں اور بچہ دونوں کو گھر سے نکال کر دوسری عورت سے شادی کر لی جاتی، ہندوؤں کے ایک فرقے ''مانو'' میں شوہر مختارِ مطلق ہوتا تھا، عورت کو کسی قسم کا کوئی حقِ علاحدگی حاصل نہ تھا، جبکہ مرد کو کسی بھی وقت طلاق دینے کا اختیار ہوتا (الزواج والطلاق /ص:۵۵۳)۔

موجودہ صورتحال

سرکاری اعداد وشمار کے مطابق فی الوقت وطنِ عزیز میں ۲۰/ لاکھ ہندو عورتیں ایسی ہیں جنہیں ان کے شوہروں نے بے دخل کر رکھا ہے اور جو آج بھی گھٹن اور اذیت بھری زندگی بسر کر رہی ہیں، یہ سرکاری اعداد وشمار ہیں، حقیقت اس سے کہیں زیادہ سنگین ہوسکتی ہے، مسلم عورتوں کو انصاف دلانے کا نعرہ بلند کرنے والی حکمراں جماعت ہماری ان ہندو ماؤں بہنوں کو کب انصاف دلائے گی؟۔

عورتوں کے تحفظ کا حال یہ ہے کہ اردو کے کثیر الاشاعت روزنامے 'راشٹریہ سہارا' ۷/ فروری کے مطابق حکمراں پارٹی کی حکومت والی ریاست ''ہریانہ'' میں عصمت دری کے واقعات اور عورتوں کے خلاف ہونے والے جرائم میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے، انڈین نیشنل لوک دل کی ایم ایل اے نینا چوٹالہ نے وزیر اعلیٰ منوہر لال کھٹر پر الزام لگایا ہے کہ ریاست میں عصمت دری اور عورتوں کے خلاف جرائم میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور وزیر اعلیٰ بے پرواہ بیٹھے ہوئے ہیں، نینا چوٹالہ

نے کہا کہ عورتوں کے خلاف جرائم کی وجہ سے ریاست کی بدنامی ہورہی ہے......اگر سرکار کو ذرا بھی عورتوں کے تحفظ کے بارے میں فکر ہے تو وہ ان میں تحفظ کا احساس پیدا کرنے کیلئے اقدام کرے۔

علاوہ ازیں عورت ذات کے تحفظ اور اس کے حقوق کی پاسداری کا عالم یہ ہے کہ وطنِ عزیز میں پیدائش کے قبل رحمِ مادر میں قتل کرنے اور جان بوجھ کر نظر انداز کرنے کی وجہ سے لاپتہ بچیوں کی تعداد ۱۹۹۰ء میں چار کروڑ تھی جو ۲۰۱۶ء میں ۶ر کروڑ ۳۰ر لاکھ ہوگئی اور اب ۲۰۱۸ء میں آ کر اس میں اور زیادہ اضافہ ہوچکا ہے، نیز ہر سال ایسی ۲۰ر لاکھ بچیاں غائب بھی ہوجاتی ہیں، اگر حکومت عورتوں کے تحفظ کے حوالہ سے واقعۃً مخلص ہے تو پہلے رحم مادر میں بچیوں کے قتل اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں غائب ہوجانے والی لڑکیوں کی حفاظت کو یقینی بنائے اور اس گھناؤنے جرم میں ملوث جرائم پیشہ عناصر کے خلاف سخت اقدامات کرے۔

منواسمرتی میں عورت کی حیثیت

یہ ایک حقیقت ہے کہ حکمراں جماعت اور آر ایس ایس کا برہمنی سماج اب ''منواسمرتی'' کو ملک کے آئین کی جگہ بحال کرنا چاہتا ہے، منواسمرتی میں عورتوں اور دلتوں کی حیثیت کو نہایت تحقیر اور تذلیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ''منواسمرتی میں دلتوں اور عورتوں دونوں کی حالت کتوں سے بدتر ہے، ہندو پرتھا میں ''نیوگ'' ایک ایسی رسم ہے جہاں کوئی برہمن اگر دلت عورت کے ساتھ سمبھوگ اور زیادتی کرتا ہے تو وہ جائز ہے اور اس سے دلت عورت کا شدھی کرن ہوجاتا ہے، منواسمرتی میں عورت کو چانڈال جیسے ناموں سے یاد کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ہر ظلم وزیادتی کے باوجود شوہر کا حکم ماننا ہی اس کا دھرم ہے۔

منواسمرتی کی بنیاد دراصل سورن مردوں کا معاشرہ ہے یہاں عورتوں کا کوئی مقام نہیں، شادی کے اٹوٹ بندھن کے لئے برہمنی سماج کنیادان جیسی اصطلاح لے کر آیا، یعنی عورت اتنی نیچ ہے کہ باپ کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اس کا دان کرکے اس سے چھٹکارا حاصل کرلے، شوہر کا حکم نہ ماننے والی عورتوں کے لئے سخت ترین سزاؤں یہاں تک کہ ہلاک کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے، منواسمرتی کے مطابق بیٹے کا پیدا ہونا اچھے کاموں کا پھل ہے اور بیٹی نرک کی بھاگیدار ہے۔

شوہر کے مرجانے کے بعد مرد دوسری شادی کرسکتا ہے، لیکن عورت دوسری شادی نہیں کرسکتی، اس کے بارے میں منواسمرتی میں صاف صاف لکھا ہے کہ ایک بار دان کئے جانے کے بعد عورت کو دوسری بار دان نہیں کیا جاسکتا، ودھواؤں (بیوہ عورتوں) پر ظلم کی تاریخ آج بھی لکھی جارہی ہے کیونکہ برہمن سماج میں ایسی عورتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں، ملک کے آئین کو مرتب کرنے والے ڈاکٹر امبیڈکر صاحب کو اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ آزاد ہندوستان میں بھی برہمنی سماج منواسمرتی کے سائے میں دلتوں اور عورتوں کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھے گا اور کبھی بھی انہیں برابری کا حق نہیں دے گا، ڈاکٹر امبیڈکر نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ''منواسمرتی'' اس گھٹن کی علامت ہے جس میں ہمیں صدیوں سے غلام بنایا گیا ہے، یہ بھی کہا کہ منواسمرتی ہندو عورتوں کی بدحالی اور زوال کی بھی علامت ہے، اس کتاب کو دفن کرنا ضروری ہے۔ (باقی آئندہ)

مضامین

قرآنی آیات کی حیرت انگیز خصوصیات وبرکات

عبدالواجد رشیدی ندوی

خادم تدریس جامعہ اشرف العلوم رشیدی ومعاون مدیر ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

قرآن کریم پوری انسانیت کے لئے سرچشمۂ حیات اور عظیم ہدایت ربانیہ ہے، اسکو اگر غور وفکر اور پورے انہماک وتوجہ کے ساتھ پڑھا جائے اور اسکی برکات اور فوائد ومنافع کے حصول کے لئے پڑھا جائے بمطالعہ کیا جائے تو انسانیت کی تمام تر پریشانیاں دُور ہوسکتی ہیں، یہی وہ کتاب ہے جس میں حیاتِ انسانی کے ہر شعبہ اور ہر دائرہ کے لئے مفید ترین ہدایات، اوامر ونواہی، دُروس وعبر موجود ہیں اور فلاح وترقی کی تمام تر راہیں انسانیت کے سامنے کھول کر رکھدی گئی ہیں، انسانی طاقت وقوت سے بالکل بالاتر بات ہے کہ اس کے تمام حقائق ودقائق بیان کئے جاسکیں، گویا کہ انسانیت کے پاس اتنا وقت اور قوت ہی نہیں ہے کہ وہ اپنی حیاتِ مستعار میں اس کی تعلیمات کو کلی طور پر واضح کر سکے۔ حق بات یہ ہے کہ یہ ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے کہ جسکا کوئی کنارہ نہیں، اسکے عجائبات کبھی بھی ختم نہیں ہوسکتے، ہمیشہ انسانیت کے سامنے تعلیمات وہدایات پیش کرتا رہے گا۔

آیاتِ قرآنیہ کی بڑی عجیب وغریب خصوصیات وبرکات ہیں، اگر انسان دلجمعی، تصحیح نیت اور مکمل اعتقاد کے ساتھ پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام تر پریشانیوں کو دُور فرمادیتے ہیں، اس سلسلہ میں ہمارے اکابر واسلاف نے اپنے قیمتی تجربات کی روشنی میں کافی وافی تحریر فرمادیا ہے، نیز اس سلسلہ میں درجنوں کتب منظر عام پر آچکی ہیں جو عمل کے لئے انتہائی مفید ہیں، بعض کتب دیکھنے میں چھوٹی سی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے اندر عجیب وغریب تاثیرات موجود ہیں، لیکن بات غور سے سننے اور عمل کرنے کی ہے اگر توفیق مل جائے تو چاندی ہوجائے۔

اللہ پاک نے بہت سے لوگوں کو محض قرآنی آیات سننے کی وجہ سے ہدایت عطا فرمادی، ایک بہت بڑا مجرم ایک آیت کریمہ سن کر مذہب اسلام کے دامن میں آگیا، سلطنت بنواُمیہ کا ایک باغی شخص جس کا نام علی اسدی تھا اس نے لڑائی کی......راستے پُرخطر کردیئے، لوگوں کو قتل کیا، مال لوٹا، سالارِ لشکر اور رعایا نے ہر چند اُسے گرفتار کرنا چاہا لیکن یہ ہاتھ نہ لگا، ایک مرتبہ جنگل میں تھا کہ ایک شخص کو قرآن شریف پڑھتے سنا وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کررہا تھا: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (سورۂ زمر: آیت ۵۳) ''میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، تم اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہوجاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش، بڑی رحمت والا ہے''۔

یہ اسے سن کر ٹھٹک گیا اور اس سے کہا ''اے خدا کے بندے! یہ آیت مجھے دوبارہ سنا'' اس نے پھر پڑھی، خدا کے اس ارشاد کو سن کر کہ وہ فرماتا ہے: اے میرے گنہگار بندو! تم میری رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ میں سب گناہوں کے

بخشنے پر قادر ہوں، میں غفور ورحیم ہوں، اس شخص نے جھٹ سے اپنی تلوار کو میان میں کر لیا، اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے مدینہ پہنچ گیا، غسل کیا اور مسجد نبویؐ میں نمازِ صبح جماعت کے ساتھ ادا کی اور حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے، ان ہی میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔

جب چاندنا ہوگیا تو لوگوں نے اُسے دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص علی اسدی ہے، لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے کہ اُسے گرفتار کر لیں، اس نے کہا "سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے، اس لئے کہ تم مجھ پر قابو پاؤ اس سے پہلے ہی میں توبہ کر چکا ہوں بلکہ توبہ کے بعد تمہارے پاس آگیا ہوں"۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا یہ سچ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن حکم کے پاس لے آئے، یہ اس وقت حضرت معاویہؓ کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے، وہاں پہنچ کر فرمایا: یہ علی اسدی ہیں، یہ توبہ کر چکے ہیں، اس لئے اب تم انہیں کچھ کرنہیں سکتے، چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا، جب مجاہدین کی ایک جماعت رومیوں سے لڑنے کے لئے چلی تو ان مجاہدوں کے ساتھ یہ بھی ہولئے، سمندر میں ان کی کشتی جارہی تھی کہ سامنے سے چند کشتیاں رُومیوں کی آگئیں، یہ اپنی کشتی میں سے رومیوں کی گردنیں مارنے کے لئے ان کی کشتی میں کود گئے، ان کی آبدار خارشگاف تلوار کی چمک کی تاب رومی نہ لاسکے اور نامردی سے ایک طرف کو بھاگے، یہ بھی ان کے پیچھے اسی طرف چلے چونکہ سارا بوجھ ایک طرف ہوگیا اس لئے کشتی پلٹ گئی جس سے وہ سارے رومی ہلاک ہوگئے اور حضرت علی اسدیؒ بھی ڈوب کر شہید ہوگئے (خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے)۔ (تفسیر ابن کثیر رص:۴۸۷ رج:۱)۔

اسی طرح عمل کرنے کا مسئلہ ہے کہ اگر انسان قرآن کریم پر عمل کرنے کا قصد وارادہ کرے تو اسکو خیر کثیر حاصل ہوسکتا ہے، حضرت سعد ابن جبیرؒ فرماتے ہیں "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھنے کی ہدایت صرف اس اُمت کو کی گئی ہے اس نعمت سے پہلی اُمتیں مع اپنے نبیوں کے محروم تھیں، دیکھئے حضرت یعقوبؑ بھی ایسے موقع پر یااَسفیٰ علی یوسف کہتے ہیں، آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں، غم نے آپ کو نابینا کر دیا تھا اور زبان خاموش تھی مخلوق میں سے کسی سے شکایت وشکوہ نہیں کرتے تھے، غمگین رہا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر رص:۱۰ رج:۳)۔

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کے نعلِ مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا آپ ﷺ نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بھی مصیبت ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کو جو امر ناگوار پہنچتا ہے وہی مصیبت ہے، اس حدیث کو طبرانی نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جایا کرے تو اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا کرو کیونکہ یہ بھی مصیبت ہے۔ (تفسیر مظہری رص:۲۶۶ رج:۱)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے مصیب کے وقت اناللہ

وانا الیہ راجعون پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کی تلافی فرمادیں گے اور اس کی آخرت اچھی کردیں گے اور اسے ضائع شدہ چیز کے بدلے اچھی چیز عطا فرمائیں گے (درمنثور بحوالہ انوارالبیان)۔

مسند احمد میں ہے حضرت ام سلمیٰؓ فرماتی ہیں میرے خاوند ابوسلمہؓ ایک روز میرے پاس حضورﷺ کی خدمت سے ہوکر آئے اور خوشی خوشی فرمانے لگے آج تو میں نے ایسی حدیث سنی ہے کہ میں بہت ہی خوش ہوا ہوں، وہ حدیث یہ ہے کہ جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ کہے اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا یعنی خدایا مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما، تو اللہ تعالیٰ اسے اجر اور بدلہ ضرور ہی دیتا ہے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے اس دعا کو یاد کرلیا، جب حضرت ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر پھر یہ دُعا بھی پڑھ لی لیکن مجھے خیال آیا کہ بھلا ابوسلمہؓ سے بہتر شخص مجھے کون مل سکتا ہے؟ جب میری عدت گزر چکی تو میں ایک روز ایک کھال کو دباغت دے رہی تھی تو حضورﷺ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے اپنے ہاتھ دھوڈالے، کھال رکھ دی اور حضورﷺ سے اندر تشریف لانے کی درخواست کی اور آپﷺ کو ایک گدی پر بٹھادیا، آپﷺ نے مجھ سے اپنا نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی میں نے کہا حضورﷺ یہ تو میری خوش قسمتی کی بات ہے لیکن اول تو میں بڑی باغیرت عورت ہوں، ایسا نہ ہو کہ حضورﷺ کی طبیعت کے خلاف کوئی بات مجھ سے سرزد ہوجائے اور خدا کے یہاں عذاب ہو، دُوسرے یہ کہ میں عمر رسیدہ ہوں، تیسرے بال بچوں والی ہو، آپﷺ نے فرمایا سنو! ایسی بیجا غیرت اللہ تعالیٰ دور کردے گا اور عمر میں میں بھی کچھ چھوٹی عمر کا نہیں اور تمہارے بال بچے میرے ہی بال بچے ہیں، میں نے یہ سن کر کہا پھر حضورﷺ مجھے کوئی عذر نہیں، چنانچہ میرا نکاح اللہ کے نبیﷺ سے ہوگیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے میرے میاں سے بہت ہی بہتر یعنی اپنا رسولﷺ عطا فرمایا، فالحمد للہ۔

مسند احمد میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا جس کسی مسلمان کو کوئی رنج ومصیبت پہنچے اس پر گو زیادہ وقت گزر جائے پھر اسے یاد آئے اور وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے تو مصیبت پر صبر کے وقت جو اجر ملا تھا وہی اب بھی ملے گا۔

ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت ابوسنانؒ فرماتے ہیں میں نے اپنے ایک بچے کو دفن کیا ابھی میں اس کی قبر میں سے نکلا تھا کہ ابوطلحہ خولانی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے نکالا اور کہا سنو! میں تمہیں خوش خبری سناؤں، رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے دریافت فرماتا ہے کہ تو نے میرے بندے کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے کلیجہ کا ٹکڑا چھین لیا، بتلا اس نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں خدایا تیری تعریف کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ (تفسیر ابن کثیر ص: ۲۲۸/ج:۱)۔

مضامین — گذشتہ سے پیوستہ

ہندوستان میں تمام مذاہب کا ایک مقدس مقام

مولانا عبدالصمد رشیدی
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

نقشِ پا، کی زیارت کا آغاز

مسلمانوں میں نقشِ پا کی زیارت کا آغاز شیخ عبداللہ خفیف کی برکت سے ہوا، علامہ ابن بطوطہ لکھتے ہیں: پھر ہم بندر سلاوات (سیلون) پہنچے یہ چھوٹا سا شہر ہے اس کے بعد جنگل میں آئے جن میں پانی بکثرت تھا اور ہاتھی بھی رہتے تھے لیکن یہ ہاتھی پردیسیوں اور زائروں کو کچھ تکلیف نہیں دیتے تھے اور یہ سب شیخ عبداللہ بن خفیف کی برکت ہے، شیخ موصوف نے اول ہی اول یہ راستہ دریافت کیا تھا ورنہ وہاں کے کافر اس راستے سے مسلمانوں کو جانے سے روکتے تھے اور ان کو تکلیف دیتے تھے نہ ان کے ساتھ کھاتے تھے نہ ان کے ہاتھ کچھ بیچتے تھے، جب شیخ موصوف کے ساتھیوں نے ہاتھی کے بچے کو مارا اور اس میں سے شیخ نے کچھ نہ کھایا اور رات کو ان سب کو ہاتھی مار گئے اور شیخ کو کچھ نہ کہا بلکہ ایک ہاتھی ان کو اپنی پشت پر سوار کرکے آبادی میں چھوڑ گیا اس زمانے سے کافر مسلمانوں کی تعظیم کرتے ہیں اور اپنے گھروں میں ان کو ٹھہراتے ہیں اور ان کے ساتھ کھانا کھالیتے ہیں اور اپنے اہل وعیال اور بال بچوں میں ان کو اطمینان کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں کچھ فکر نہیں کرتے اور اب تک یعنی ابن بطوطہ کے زمانے تک شیخ عبداللہ خفیف کے نام کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور ان کو شیخ کبیر کہتے ہیں۔

شیخ عبداللہ خفیف کا تعارف

ابوعبداللہ خفیف آپ کے والد کا نام اسفکشار تھا سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ وہ شیراز کے شاہی خاندان سے تھے آپ کی والدہ نیشاپور کی تھیں، اپنے زمانے کے شیخ الاسلام اور شیخ المشائخ تھے، علمِ تصوف میں بڑے بزرگ گزرے ہیں، شیخ الاسلام احمد جام کا قول ہے کہ متقدمین میں سے کسی بزرگ نے اس قدر تصنیفات نہیں کیں سیرت اور اعتقاد دونوں پاک رکھتے تھے، شافعی مذہب تھے آپ کی وفات بقول نفحات ۳۳۱ھ میں ہوئی اور سفینۃ الاولیاء میں سال وفات ۳۷۱ھ درج ہے، آپ کی قبر شیراز میں ہے (سفر نامہ ابن بطوطہ، مع حاشیہ، ص: ۳۵۶)۔

ایک عبرت ناک واقعہ

علامہ کمال الدین دمیری نے حیات الحیوان میں ان کا واقعہ یوں لکھا ہے: کہ ’’حلیہ میں ابوعبداللہ نے لکھا ہے کہ میں ایک بحری سفر کیلئے کشتی پر سوار تھا کہ اچانک زبردست ہوا چلی اور ہماری کشتی ڈانوا ڈول ہوگئی اور اس کے ٹوٹ جانے کا

شدید خطرہ پیدا ہوگیا، چنانچہ کشتی پر سوار تمام لوگ مایوس ہوگئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا و نذریں ماننے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دیدے تو ہم فلاں فلاں کام کریں گے، چنانچہ لوگوں نے ابوعبداللہ سے بھی اصرار کیا کہ آپ بھی کوئی نذر مانیں ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ جب لوگوں کا اصرار کافی بڑھا تو اچانک میرے منھ سے یہ الفاظ نکلے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس مصیبت سے نجات دیدے تو میں ہاتھی کا گوشت نہیں کھاؤنگا کچھ دیر کے بعد کشتی ٹوٹ گئی اور تمام لوگ دریا میں بہہ گئے، مگر میرے اور میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں پر اللہ کی رحمت نازل ہوئی اور لہروں نے ہمیں ایک ساحل پر لا پھینکا، ہم لوگ اس ساحل پر کئی دن تک رہے لیکن ہمارے پاس کھانے پینے کیلئے کچھ بھی نہ تھا، اچانک ایک دن کہیں سے ایک ہاتھی کا بچہ ساحل پر آگیا، لوگوں نے اس کو پکڑ کر ذبح کرلیا اور سب نے مل کر اس کو کھایا لیکن میں نے نذر کی وجہ سے اس میں سے کچھ بھی گوشت نہ کھایا، حالانکہ مجھے شدید بھوک تھی، میرے ساتھی چونکہ کئی دن سے بھوکے تھے لہٰذا انہوں نے شکم سیر ہوکر کھایا جس کی وجہ سے ان پر نیند کا غلبہ ہوگیا اور سب گہری نیند سوگئے، میں چونکہ بھوکا تھا اس لئے مجھ کو نیند نہ آسکی اور میں نقاہت سے ایسے ہی لیٹا رہا کچھ دیر کے بعد مجھے ایک ہتھنی نظر آئی جو اپنے بچے کے نشانات قدم دیکھتی ہوئی ہم تک پہونچی تھی، چنانچہ اس نے وہاں پہونچتے ہی ہر آدمی کا منھ سونگھا اور سونگھنے کے بعد ہی سب کو اپنے پیروں سے روند کر ہلاک کرتی چلی گئی، یہاں تک کہ وہ سب کو ہلاک کرنے کے بعد میرے قریب آئی اور میرا منھ سونگھا، جب اس کو میرے منھ سے اپنے بچے کے گوشت کی بو نہ آئی تو اس نے مجھ کو اشارہ کیا کہ میں اس کی پشت پر سوار ہو جاؤں، چنانچہ میں اس کی پشت پر سوار ہوگیا، ہتھنی مجھے لیکر اس قدر تیزی سے دوڑی کہ میں نے کبھی ہاتھیوں کو اتنی تیز بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ اس دن اور پھر تمام رات مجھے اپنی پشت پر بٹھائے ہوئے دوڑتی رہی حتی کہ صبح ہوگئی اور پھر اس نے مجھے ایک ایسی جگہ پر پشت سے اترنے کا اشارہ کیا جہاں پر کچھ لوگ کھیتی باڑی میں مشغول تھے، چنانچہ کچھ لوگوں کی مجھ پر نظر پڑی اور ان میں سے ایک شخص آگے آیا اور مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے ان کو تمام تفصیل بتلادی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ وہ ساحل یہاں سے آٹھ دن کی مسافت پر ہے اور اس ہتھنی نے یہ مسافت آدھے دن اور ایک رات میں قطع کرلی، ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ان لوگوں کے پاس کافی دن رہا یہاں تک کہ وہ ہتھنی دوبارہ حاملہ ہوگئی (حیات الحیوان اردو ص: ۵۲۳ ر ج: ۲)۔

آج کے کوہِ آدم کا حسین منظر

سری لنکا کے دار الحکومت کولمبو سے جنوب مشرق میں تقریبا دو سو بیس کلومیٹر کے فاصلہ پر رتنا پور ضلع میں مشہور ڈلہوزی شہر سے یہ پہاڑ شروع ہوتا ہے کوہ آدم سری لنکا کا دوسرا بڑا پہاڑ ہے مقامی زبان میں اس پہاڑ کو سری پادا (Sri Pada) کہا جاتا ہے جس کے معنی "مقدس قدموں کے نشانات" ہیں انگریز اسے آدم پیک (Adam Peak) کہتے ہیں یہ مخروطی شکل کا ایک خوبصورت پہاڑ ہے جو سات ہزار تین سو فٹ بلند ہے اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک بڑے دائیں قدم کا نشان ہے، جس کو بدھ مت کے پیروکار گوتم بدھ کے پاؤں کا نشان مانتے ہیں اور ہندو لوگ اسے شیو اجی کے پاؤں کا

نقش کہتے ہیں اور مسلمان عیسائی یہودی اس کو حضرت آدمؑ کے قدم مبارک کا نشان قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کی روایات کے مطابق آدم ہند ہی میں اترے تھے، کوہ آدم کی چوٹی تک کا سفر ایک صحت مند آدمی کم ازکم چار گھنٹے میں جبکہ عمر رسیدہ فرد یہ مسافت پانچ گھنٹہ میں طے کرسکتا ہے اس پہاڑ کا زیادہ تر حصہ عمودی ہے اس پہاڑ کی نصف سے زائد مسافت طے کرنے کے بعد عمودی چڑھائی انتہائی دشوار ہوجاتی ہے، پہاڑ کو کاٹ کر تقریباً ساڑھے سات ہزار سیڑھیاں قدم مبارک تک پہونچنے کیلئے بنائی گئی ہیں، پہاڑ کا نصف حصہ طے کرنے کے بعد سیڑھیوں کی دونوں جانب اسٹیل کی ریلنگ نصب ہے جس کو پکڑ کر ہی زائرین اوپر کی جانب چڑھتے ہیں یہاں سیڑھیوں کی چوڑائی بھی کم ہوجاتی ہے بمشکل دو افراد ایک ساتھ اوپر چڑھتے ہیں، مشہور ایرانی شاعر اشرف نے اپنے سکندر نامہ میں لکھا ہے کہ جب سکندر اعظم ۳۱۵ر قبل مسیح قدم مبارک کی زیارت کرنے کیلئے گیا تو اس نے پہاڑ پر چڑھنے کیلئے سب سے پہلے سیڑھیاں بنوائی تھیں۔

آج کل کوہِ آدم پر چڑھنے کیلئے موزوں وقت رات کا ہے نقش پا آدم پر ایک خوبصورت چھت بنا کر محفوظ کردیا گیا ہے وقفے وقفے سے اسے عام زیارت کیلئے کھولا جاتا ہے، نقش پا کی زیارت کرنے والے افراد کو بدھ مذہب کی رسومات کا احترام کرتے ہوئے ننگے پاؤں اور بغیر سر ڈھانپے وہاں سے گزرنا ہوتا ہے، کیونکہ وہاں حکومت بدھ مت لوگوں کی ہے، زائرین نقش کی جگہ عقیدت کے پھول اور نذرانے رکھ دیتے ہیں آج کل نقش پا کی بآسانی زیارت نہیں کی جاسکتی یہ حصہ پھولوں سے ڈھانپا ہوا ہوتا ہے۔

سکورٹی حکام وخدام بھی یہاں موجود ہوتے ہیں جو تصویر بنانے کی اجازت نہیں دیتے جو اس کی حفاظت انتظام وانصرام پر مامور رہتے ہیں بدھ مت کے پیروکار اپنی منتیں پوری کرنے کیلئے یہاں کئی طرح کی رسومات بھی ادا کرتے ہیں وہ پہاڑی راستے میں کئی جگہوں پر کئی سومیٹر لمبی سفید ڈوریاں باندھتے ہیں ان ڈوریوں پر رنگ برنگے دھاگے اور کپڑے باندھتے ہیں، نقش پا آدم کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر ایک بڑی گھنٹی بھی نصب ہے، زائرین اس گھنٹی کو بجاتے ہیں بدھ مت کے پیروکاروں کا اعتقاد ہے کہ اس گھنٹی کو بجاتے ہوئے آپ جس خواہش کا اظہار کریں وہ پوری ہوگی بدھ مت کے ماننے والے نقش پا کی زیارت کرنے سے قبل غسل کرتے ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ یہاں غسل کرنے سے گناہ جھڑتے ہیں (نوائے وقت لاہور نومبر ۲۰۱۷ تحریر سرور منیر راؤ)۔

مختلف مصنفوں اور سیاحوں نے اس کا طول مختلف نقل کیا ہے سری لنکا کے باشندوں میں یہ نقل مشہور ہے کہ ہر شخص کو قدم مبارک کی لمبائی اس کے ایمان کے مطابق نظر آئی ہے، ابوزید حسن سیرانی نے اپنی کتاب اخبار الہند والسند میں اس کی لمبائی ستر ہاتھ لکھی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایمان سب سے بڑا ہے اور علامہ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ قدم مبارک کی لمبائی گیارہ بالشت ہے، لیکن آجکل دائیں پاؤں کا یہ نقش پانچ فٹ سات انچ لمبا اور دوفٹ سات انچ چوڑا ہے، اس پاؤں کے نقش کی لمبائی سے کسی بھی انسان کے جسم کے قد کا اندازہ ۳۵ر فٹ لگایا گیا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے سفر نامہ ابن بطوطہ رص:۳۵۶رحیات الحیوان رص:۶۸۱ رج:ارتبرکات انبیاء رص:۵۰ رمعجم البلدان رص:۲۴۳ رج:۳ر سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان رص:۴۳ رعرب وہند کے تعلقات رص:۲)۔

مضامین

صفوں کا اتحاد قومی زندگی کا حقیقی سرمایہ

عبدالواجد رشیدی ندوی
خادم تدریس ورفیق ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

مذہبِ اسلام ایک آفاقی اور ہمہ گیر اور پکا وسچا مذہب ہے اسمیں کسی طرح کا کوئی جھول، شک وشبہ نہیں، یہی وہ مذہب ہے کہ جس کی صیانت وبقاء کے لئے ہم پروردگار سے اس کے ماننے اور اپنانے والوں کی نصرت ومدد اور تائید کا مطالبہ کرتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی جانب ہمارا ذہن ودماغ کبھی متوجہ ہوا ہے؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرىٰ بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ (سورۃ ہود، ۱۱۷) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی انسانی بستیوں اور شہروں کو ظلم کے ساتھ ہلاک نہیں کرتا، جبکہ وہاں کے رہنے والے نیک اور صالح ہوں، چنانچہ جب تک ہمارے درمیان اسی طرح کے خائن اور غدار قسم کے لوگ موجود رہیں گے تو اس وقت تک ہم ایسی ہی ذلت وخواری میں مبتلا رہیں گے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اجنبیوں کو یہ طاقت وقوت نہیں دی کہ اسلام اور اہل اسلام اور اسلامی ممالک کو اپنے زیر نگیں بنائیں، ان پر حکومتیں کریں، ان پر غلبہ حاصل کریں، ان پر فتح حاصل کریں، اُنکو اپنا غلام اور محکوم بنائیں، اور ان کے مالوں پر قبضہ کریں، بلکہ اس ظلم کے ہم خود ذمہ دار ہیں، ہم نے ہی خود اپنی غداری سے، اسلامی ممالک کو غیروں کے قبضہ میں دیا ہے، اب مسلمانوں کی ذلت وپستی اور محکومیت سے اللہ پاک کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو زندگی کا سبق سکھایا جائے اور انکے بروں کو نیکوں سے اس طرح علیحدہ کردیا جائے جس طرح آگ سونے کو کھوٹ اور میل سے پاک کردیتی ہے۔

واضح رہے کہ آج کے اس پُرخطر وپُرآشوب دور میں اُمت جن پریشانیوں اور آلام وتکالیف سے دوچار ہے وہ تقریباً سب پر عیاں ہیں کسی پر بھی مخفی نہیں ہے لیکن جب ہم غور کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہیں تو بہ آسانی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے وہ سیاہ کارنامے ہیں جنکو ہم نے بذات خود انجام دیا ہے، ایک موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی طرف بہت اچھے انداز میں توجہ دلائی ہے، فرمایا: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (سورۃ الروم ۴۱) کہ بر وبحر میں جو بھی فساد ظاہر ہوتا ہے وہ سب لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی (یعنی اُنکے سیاہ کرتوت ہیں، اور اسی طرح ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ (سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر، ۳۰) اور جو تم پر مصیبت واقع ہوتو وہ بدلہ ہے اس کا جو تم نے کیا ہے اور تمہارا پروردگار بہت سے گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اس جہاں فانی میں بندوں پر جو مصائب وآلام آتی ہیں تو انکا اصل سبب بندوں کے

گناہ ہوتے ہیں، پھر ایسا بھی نہیں کہ دُنیا میں ان گناہوں کا پورا پورا بدلہ دیدیا جاتا ہے کہ ہر گناہ کے بدلہ کوئی مصیبت ڈالدی جائے جبکہ بہت سے گناہ تو معاف کر دیئے جاتے ہیں، بالفرض اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر گناہ پر پکڑنے پر آجائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چھوڑے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ الخ (سورۃ النحل،۶۱) کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہوں کے باعث انکی گرفت کرنے پر آجائے تو وہ رُوئے زمین پر کسی بھی چوپائے کو نہ چھوڑے۔

انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے دُشمن خود مسلمان ہی ہیں یہ انتہائی کم بختی کی بات ہے کہ اگر کوئی سچا پکا مسلمان اپنی ملت اور قوم وطن کی کچھ خدمت بھی کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے اس کو ذکر کرنا اور بتلانا بھی مناسب نہیں سمجھتا، بلکہ خوف کھاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس تجویز کو سنکر کسی اجنبی اور غیر کو جا کر بتلا دے، ایسی جاسوسی اور چغلخوری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے اجنبیوں کو فائدہ پہنچایا جائے وہ مسلمانوں سے ہوشیار رہیں اور مسلمان اور اپنی قوم اور دین کے لئے کچھ نہ کرسکیں، اللہ پاک ہماری اس حالت زار پر رحم فرمائے!!!

حق بات یہ ہے کہ مسلمان مسلمان ہی سے ڈرتا ہے، اجنبیوں اور غیروں سے نہیں ڈرتا، نیز یہ بھی برحق ہے کہ غیروں سے مسلمان عموماً بہت لوگ مل جاتے ہیں جو ان کی بہبودی کے لئے اپنی قوم کی جاسوسی کرتے ہیں ایسے خطرناک حالات میں بتایئے کہ اب اسلام اور ایمان کہاں ہے اور خالق کائنات کے فرمان کی کس کو پرواہ ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ الخ (سورۃ الحجرات،۱۰)۔

اب ہمارے تسفل کے اسباب میں سے ایک ممتاز اور بین سبب اتحاد کا عنقاء ہو جانا ہے، اشتراک عمل کا نہ ہونا ہے، یکجہتی و یکدلی کا چھوٹ جانا ہے، قرآن کریم نے ہم کو پہلے ہی سے اس اہم امر کی خبر دی تھی کہ کسی قوم کی تباہی کا پہلا اور تباہ کن سبب پھوٹ اور آپسی فرقہ آرائی اور انتشار ہے، قرآن کریم نے قوموں کی ترقی و تنزلی اور سعادت وشقاوت کے جو اُصول اور ضابطے بیان فرمائے ہیں ان میں سب سے اہم اور ضروری جزو اتفاق واتحاد یا افتراق واشتقاق ہے، اگر اتحاد واتفاق کو زیر عمل رکھا جائے، تو ترقی وسعادت اور عروج سربلندی ہے ورنہ ذلت وپستی اور قعر مذلت یقینی ہے، قرآن مجید نے جابجا اتحاد واتفاق کو قومی زندگی کی بنیاد اور رحمت ونعمت بتایا ہے اور اسکو اپنے انعامات واحسانات عظیمہ میں سے شمار کیا ہے، کیونکہ یہ رُوح اگر قوم میں سے پرواز کر جائے تو اس کو دُنیا میں ہمیشہ ناکامی ونامرادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور وہ قوم زندہ رہنے کی اہلیت کھو بیٹھتی ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اہل اسلام کو آگاہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ. سورۃ ال عمران ۱۰۳) اور سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر کی ہے، جبکہ تم ایک دُوسرے کے دُشمن تھے اللہ نے محبت ڈالدی تمہارے دلوں میں پھر تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے، اور تم آگ کے گڈھے کے کنارے پر تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو

اس سے بچالیا،اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے۔تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ انتشار اور فساد کی زندگی کو ہلاکت وتباہی کی ایک آگ بتارہے ہیں کہ اس کے شعلوں کی لپیٹ میں آ کر قوم کی خرمن حیات جل کر سیاہ وخاکستر کا ایک ڈھیر بن جاتی ہے،فساد اور افتراق کے ہوتے ہوئے قوم زندہ نہیں رہ سکتی،اسی قانونِ فطرت سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی قومی زندگی کے عروج وسر بلندی کے لئے اتفاق واتحاد رحمت حق تھی کہ جب تک اُن میں یہ رُوح موجود رہی تو وہ بام عروج پر رہے اور جب ان میں پھوٹ نے ڈیرا آجمایا تو نحوست نے انکو بام عروج وترقی سے نیچے دے پٹکا،اگر چہ قومی تنزلی کے کے متعلق بہت سی قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں،لیکن قرآن کریم نے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کردیا ہے کہ قومی تباہی وبربادی کا سبب یہی صرف یہی افتراق وانتشار ہے جو آج پوری قوم اور اُمتِ مسلمہ پر چھایا ہوا ہے،احادیثِ صحیحہ ومبارکہ نے مسلمانوں کی عزت وسربلندی اور نحوست وادبار کے اسباب وعلل پر بحث وگفتگو کرتے ہوئے اُن کی حقیقی زندگی کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے:

نیز آپسی بھائی چارے کے متعلق رحمت عالم حضرت نبی کریم ﷺ نے بہت خوب رہبری فرمائی،ارشاد نبوی ہے:وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاتَدْخُلُوْا الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْاوَلَاتُؤْمِنُوْاحَتّٰی تَحَابُّوْا،أَوَلَا أَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْئٍ اِذَافَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ ؟ أَفْشُوْاالسَّلَامَ بَیْنَکُمْ (رواہ مسلم،کتاب الایمان باب بیان أنہ لایدخل الجنۃ الا المومنون) ریاض الصالحین رص رج،۱۸۳)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک تم مؤمن نہ ہواور تم مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک باہم محبت نہ کرو کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتلادوں کہ اگر تم اس پر عمل کروتو باہم محبت کرنے لگو،آپس میں سلام کو عام کرو۔

اہل ایمان کے درمیان محبت درحقیقت ایمان کی علامت ہے،ایمان کامل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے اور جو اس محبت میں شریک ہیں اور جو اس سلسلہ میں جڑے ہوئے ہیں ان کے درمیان باہم مودت اور محبت کا تعلق قائم ہونا ایک فطری امر ہے اور اسکی نشو ونما کے لئے اور اسکو ابھارنے اور تقویت دینے کے لئے باہم ایک دُوسرے کو کثرت سے سلام کرنا،ہر شخص کو سلام کرو،عَرَفْتَ اَمْ لَمْ تَعْرِفْ،''پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو''۔(طریق السالکین رج راول رص ر۵۵۵)۔

اور ہم مؤمن تب ہی بن سکتے ہیں،جب ہم اپنے دل سے کینہ،بغض،حسد اور دُشمنی نکال دیں گے،دُوسروں کو تکلیف نہ دیں گے اور ہر ایک سے محبت محبت وپیار کریں گے اور صرف یہی نہیں کہ جانی یا مالی نقصان پہنچانے سے پرہیز کریں بلکہ اگر ہماری زبان کھلے تو دُوسروں کے لئے محبت آمیز بات نکالنے کے لئے کھلے،اور مسلمانوں کی شان میں نبی ﷺ نے فرمایا:اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ (صحیح البخاری رص ر۶) کہ مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان دونوں سے دُوسرے مسلمان محفوظ رہیں،اور پھر یہ بھی فرمایا:لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (صحیح البخاری رص ر۶) کہ تم میں سے کوئی

بھی شخص مؤمن کامل نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے پسند کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ نے مسلمانوں کی قومی اور اجتماعی حیات کی بنیاد محبت اور اتفاق واتحاد پر رکھی ہے، اسی کو اسلام، اسی کو ایمان قرار دیا ہے، یہی قوم مسلم کی پہچان ہے اور یہی تکمیلِ ایمان کا جزو ٹھہری تو پھر وہ شخص جو ان اصول وقوانین کے برعکس ان ہاتھوں سے جو مسلمانوں کی امداد اور دستگیری کے لئے وقف ہونے چاہئے تھے ان کا گلا کاٹنے لگے تو اس سے بڑھکر ظالم اور کون شخص ہوسکتا ہے۔

نظریاتی اختلافات ہوسکتے ہیں، اختلافات بسا اوقات رحمت بھی بن جاتے ہیں، لیکن وہ بند کمرے میں ہونے چاہئے ان کا فرنٹ پر آجانا، پرنٹ میڈیا، یا شوسل میڈیا پر آجانا تو اپنی ہوا خود بخود اُکھاڑنے کے مترادف ہے، لہٰذا رفتارِ زمانہ کی نبض سے واقف ہونا بھی ضروری ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اغیار ہمارے تھوڑے سے بھی اختلاف سے بہت بڑا نقصان پہونچانے اور اپنا فائدہ اُٹھانے کا پلان نہ بنالے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی ملت اسلامیہ کو نقصان پہونچا ہے تو اپنے درمیان اختلاف واقع ہونے کی وجہ سے پہونچا ہے، اسلئے ہم سب کو بہت محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ (**اللھم احفظنا من النزاع والخلاف**) قرآن کریم بہت صاف الفاظ میں بیان کر چکا ہے، وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا (سورۃ الانفال، ۴۶) کہ آپس میں جھگڑا نہ کرو نہیں تو تم بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور تم جمے رہو، اس سے صاف اور واضح تعلیمات وہدایات اور کیا ہوسکتی ہیں، اللہ پاک صحیح سمجھ عطا فرمائے!۔

واضح رہے کہ ملتِ اسلامیہ اسوقت تک ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی جب تک اتحاد واتفاق ملتِ اسلامیہ کی صفوں میں لوٹ کر نہ آئے، اور تائب ہوکر راہ راست پر نہ آئے، اور عوام الناس جو نفس پرستوں کے پنجۂ عقیدت میں گرفتار ہوکر ہر جائز وناجائز پر عامل ہونے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں، ان کا بھی فرض ہے کہ وہ پھر اس مشعل ہدایت اور شمعِ سعادت کی روشنی میں آکر حق وباطل میں تمیز کرنا سیکھیں، قرآن کریم کو اپنا ہادی اور رہبر بنائیں اور تمام رشتوں سے کٹ کر صرف ایک خدا کے ہوجائیں، اور پھر متحد ومتفق ہوکر اغیار کے حملوں کو روکنے کی سعی وکوشش کریں، نیز تمام فرائض وواجبات پر عمل پیرا ہوں اور محض اللہ کی ذات پر ہر آن اور ہر لحہ کامل ومکمل بھروسہ ہو، یہی ملت کے بام عروج پر پہونچنے کا واحد حل، ذریعہ اور راستہ ہے اور یہی امراضِ خبیثہ کا علاج ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ، شاعر اسلام علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے: ع

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی......... نہ ہو جسکو خود اپنی حالت کے بدلنے کا خیال

اے کاش! ملت اسلامیہ اس گر کو اپنائے اور گلے سے لگائے اور کامیابی وکامرانی کی راہوں پر گامزن ہوجائے، اور ہمہ وقت اس کا خیال رہے: ع: کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز......... نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز

خطبات قسط(۱)

محبوب کی خاطر ومدارات

پیرطریقت واقف اسرارحقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّابَعْدُ!

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماًo اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنُ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ o اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ o اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ oاَمَّابَعْدُ!

کوئی انسان کسی کومحبوب رکھتا ہے اور پسند کرتا ہے، بے انتہاء پیار کرتا ہے، اور وہ شخص جو ہے جس سے وہ پیار کرتا ہے، محبت کرتا ہے وہ خود ہی بتادے کہ میری پسند کی کیا چیز ہے اور کونسی چیز ناپسند ہے، تو بے انتہاء خوش ہوگا وہ آدمی کہ اتنا بڑا موقع مجھے مل گیا مجھے معلوم ہوگیا کہ میرا محبوب جو ہے وہ اس چیز کو پسند کرتا ہے، جان توڑ کوشش کرے گا کہ میں وہ چیز اس کے لئے کروں جو اس کو پسند ہے جو اس کو محبوب ہے۔

محبوب کی خاطر ومدارات

آپ کے گھر میں مہمان آنے والا ہے، بہت معتبر ہے، بہت عظیم ہے اور آپ کو پتہ بھی چل جاوے کہ یہ شخص جو ہے یہ مہمان جو ہمارا ہے وہ اس چیز کو پسند کرتا ہے، یہ کھانا پسند کرتا ہے، سب سے پہلے ہی کریں گے آپ کہ وہ چیز اس کے لئے مہیا کریں گے، وہ کھانا اس کے لئے مہیا کریں گے تاکہ وہ شخص خوش ہو اور اس سے راضی ہو اس کی محبت بڑھے، ایک تو یہ جنرل اصول ہے ہر انسان کو اپنے محبوب کو منانے کے لئے، اس سے محبت بڑھانے کے لئے، اس سے تعلق مضبوط کرنے کے لئے سرگرداں دِکھتے ہیں آپ اس حال کے اندر جانے کے لئے تیار رہتا ہے، کیسے میں اپنے محبوب کو راضی کروں، اپنے قریب کروں، وہ مجھے محبت کرنے لگے، تو ہر فعل ہر چیز کو اس کے لئے وہی مہیا کرے گا، وہی چیز پسند کرے گا، کوشش کرے گا کہ اس چیز کے ساتھ میرا محبوب مجھ سے راضی ہوجاوے، مجھ سے پیار کرنے لگے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے انسانوں پر کتنا فضل فرمایا، کتنا کرم فرمایا، سوچئے ذرا! کہ اس نے خود ہی اپنے بندوں کو بتادیا کہ میں کس چیز سے پیار کرتا ہوں اور کس چیز سے نفرت کرتا ہوں، سبحان اللہ!، مجھے بتایئے اس سے آسان راستہ کوئی اور ہوسکتا ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اپنے رب کو راضی کرنا، بس ایک ہی مقصد ہے۔

رضائے الٰہی کی طلب

یہی اللہ تعالیٰ نے کہا: "اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ رِضَاکَ" بس مجھ سے مانگو تو میری رضاء مانگو جس سے راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا، سب سے بڑا صحابہ کرامؓ کو جو انعام عطا فرمایا اور اس کا اعلان کیا قرآن کریم میں رضی اللہ عنہم کہ یہ وہ جماعت ہے میرے محبوب کی جس سے پہلے میں نے کسی کو انعام نہیں دیا اور وہ انعام یہ دیتا ہوں کہ قیامت تک اس کو قرآن کی آیت بنادیتا ہوں اور آپ اس کی تلاوت کرتے رہیں اور ان کے پڑھنے کا ثواب حاصل کرتے رہیں گے، میں ان سے راضی ہوگیا، کہیں اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے ان کو اتنی دولتیں دے دی، میں نے ان کو باغات دے دئے، محلات دے دئے، ان کو سلطنتیں دے دیں، ایسا زمانہ بھی ہے صحابہ کا، بڑی بڑی حکومتیں ان کے پاس آئیں، بڑی بڑی فتوحات ہوئیں، جو کبھی ایک کھجور پر گزارا کرتے تھے ان کے پاس ایک کپڑا پہننے کو نہیں تھا، تناول کے لئے کھانے میسر نہیں تھے۔

صحابۂ کرامؓ کا رونا

جو صحابی تھے روتے تھے کہ ہم کس طرح کھانا کھائیں، نبی پاک کے سامنے ہم موجود تھے تو ہمیں اس طرح کی سوچ بھی نہیں بھائی، ان کے پاس سب کچھ اللہ کر سکتے تھے، کہا کہ کیسے کھائیں کھانا، تو نے دیا ہوا تھا بہت کچھ دیا، تو وعدہ کیا تھا شروع میں جس سے خوش ہوئے سارے لوگ اچھا ہوگا، وہ سارا کچھ اللہ پاک نے صحابہ کرامؓ کو عطا کیا تھا، سب سے بڑا انعام جو اللہ نے فرمایا کیوں وہ انعام نہیں تھا اللہ کا ان کو دیا، کیا؟ کہ میں تم سے راضی ہوگیا، سبحان اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

لذاتِ دنیاوی

اب یہ دیکھیں کہ اللہ پاک نے خود بندوں کو بتادیا کہ میں تو اس چیز کو پسند کرتا ہوں اب تمہاری مرضی، ہم بیوقوف نہیں؟ کہ اس دنیا سے جائیں اور ہمارا محبوب ہم سے راضی نہ ہو سوچیں ذرا! کتنا بڑا نا کام شخص ہوگا وہ مرد اور عورت کہ جس کو پتہ بھی ہو کہ ہمارا رب اس چیز سے راضی ہوتا ہے، ساٹھ سال، ستر اسی سال کوئی دنیا میں رہا وہ اپنے نفس کو راضی کرتا رہا، وہ یہ پوچھتا ہے کہ میرا نفس کس چیز سے راضی ہوگا؟ آج میں کتنا کھانا کھاؤں تو مجھے مزہ آئے؟ آج کونسی عورت سے شادی کروں تو مجھے لطف آوے، کس قسم کی عورت میرے لئے ہونی چاہئے، کیسا مکان ہونا چاہئے کیسی گاڑی ہونی چاہئے، کیسا خاوند ہونا چاہئے، کیسے بچے ہونے چاہئیں، اپنے نفس کی خاطر اپنے آپ کو راضی کرتے رہے، یہ ہے نا ہمارا زندگی کا معیار، یہ دھوکا ہے، صحابہ کرامؓ تو کبھی اس دھوکے میں نہیں آئے، اللہ نے سب کچھ دیا، دونوں چیزیں دکھائیں کہ ہمارے سامنے آنکھیں کھل جائیں، انہوں نے تو اس چیز کو اس زمانہ میں بھی نہیں پسند کیا، اور بعد میں بھی پسند نہیں کیا، ان کو تو ایک ہی فکر تھا ایک ہی فکر تھا کہ اللہ تعالیٰ تو راضی ہے؟ بس، نماز پڑھ رہے ہیں تو رو رہے ہیں، گورنر ہیں تو رو رہے ہیں۔

امیر المؤمنین کی حالت

امیر المؤمنین ہے تب بھی رو رہے ہیں، لاکھوں لاکھوں مربعے کی سلطنتیں ہیں تب بھی کھڑے رو رہے ہیں، تو وہ کہتے ہیں بھائی سب کچھ تمہارے پاس ہے، لوگ کہتے ہیں اتنے بڑے مربعوں کے مالک ہو، اتنی بڑی بڑی سلطنتیں، کہاں ہے تمہارا امیر المؤمنین کہاں ہے، امیر المؤمنین تو وہ پڑا مسجد کے کونے میں، کدھر ہے تمہارا امیر المؤمنین؟ بتایا کہ وہ پڑے، کیا یہ امیر المؤمنین ہے؟ کہا یہی امیر المؤمنین ہیں، سوکھی روٹی اور پانی کا کٹورا رکھتا تھا، کیونکہ ان کو تو فکر یہی تھا، بس ایک فکر تھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوگا یا نہیں ہوگا؟ تو میرے بھائیو! ہمیں تو کچھ فکر نہیں ہے، جوانی تھی تب بھی فکر نہیں تھا، بچے تھے تب بھی فکر نہیں تھا، ہوش آیا تب بھی فکر نہیں تھا، غریب تھے تب بھی فکر نہیں تھا، امیر ہیں تب بھی فکر نہیں تھا، بس ہمیں تو ایک ہی فکر ہے۔

اپنے آپ کو جھنجوڑو

آنکھیں کھولیں ذرا، اپنے آپ کو جھنجوڑیں، ہوش میں لائیں اپنے آپ کو، ابھی بھی وقت ہے اللہ پاک کو راضی کرنے کا، ابھی بھی وقت ہے گیا نہیں، وہ تو ایسا کریم محبوب ہے ایسا کریم محبوب ہے کہ وہ تو سیکنڈوں میں راضی ہوجاتا ہے، سیکنڈوں میں راضی ہوجاتا ہے، وہ کہتا ہے آ تو سہی میری طرف مجھے تم اتنا کہو تو سہی، کریم تجھے منانے آئے ہیں ہم تجھے راضی کرنے آئے ہیں آ تو سہی، اللہ اکبر، ایسی خاتون لیکن جب ان کو اس وقت خیال آیا ذہن نے جھنجوڑا پیغام ان تک پہونچا، اللہ پاک نے ان پہ کرم فرمایا تو انہوں نے کہا اسی وقت کہ اے اللہ ہم تجھ سے راضی ہونا چاہتے ہیں، کہا کہ ہم تجھ سے ایسا راضی ہونگے کہ پچھلا یاد ہی نہیں کہ تو نے کیا کیا (سبحان اللہ) جو آج تو مسلمان ہے، تو اس سے اچھا مسلمان ہوجائے گا، اور دو انعام تجھے دونگا "جنتان" دو جنتیں عطاء کی جائیں گی، یہ ایسا محبوب ہمارا ہے، میرے بھائیو ایسے راضی کرو، ہم خود تو سوچیں کہ میرا محبوب مجھ سے راضی ہوگیا؟ ہوگا الحمد للہ۔ لیکن ہم نے تو ابھی کوشش ہی نہیں کی، ہم نے تو جو فعل کیا نماز پڑھ رہے ہیں یہ نیت کی ہے کہ کس لئے نماز پڑھ رہے ہیں؟ کس لئے دعاء کر رہے ہیں؟ سب سے پہلے دعاء جو ہوگی وہ اپنے نفس کی رضاء کی ہوگی، الحمد للہ، مانگیں دعاء! رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

رضاء الٰہی مقصودِ حیات ہے

لیکن عاشق کا کام تو یہی ہوتا ہے، جو عاشق سچا ہوگا، تو سب سے پہلے کہے گا کہ یا اللہ تعالیٰ تو میری نماز سے راضی ہے؟ یا کریم تو اس نماز سے راضی تو ہوجا مجھ سے، تو بھائی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے، قرآن نے بتایا کہ اے بندے آجا

میری طرف، کچھ نہیں کہا، دولت نہیں مانگی، خرچ نہیں، بس جس کے لئے لفظ نکل گیا آسمانوں سے کیا؟ کہ آجا بندے پلٹتا ہوا، میں تجھ سے راضی ہوگیا، یہی لفظ ہے نا؟ تو آج سے، جو ہے بھائی ہمارا جو کام ہو اللہ کی رضاء کیلئے ہو، ہمیں چاہئے رضائے باری، اب اللہ کریم نے دیکھیں کیسے مشکلوں میں ڈالا ہی نہیں ہمیں، وہ تو ایسا محبوب ہے کہ راضی ہو جاتا ہے، یہ نہیں کہا کہ جیسا، جب خوش ہونگا یہ کھانا لاؤ، نان لیکے آؤ، فلاں کھانا میں کھاتا ہوں، مرغ مسلم کھاتا ہوں، اور یہ کھاتا ہوں وہ کھاتا ہوں یا کوئی ایسا مجازی محبوب نہیں کہ میں تو جب تجھ سے شادی کرونگا اتنا تو جہیز لے کے آ، یا اتنی دولت لے کے آ، دنیا کی کہانی سنتے ہیں، فراڈی کے قصے سنتے ہیں، بڑے بڑے عاشقوں کے قصے سنتے ہیں، اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے تو کیا کچھ کرتے ہیں۔

اللہ پاک نے اپنی رضاء کے اسباب خود بتادئے

اور ادھر کیا ہے؟ خالق عظیم ہمارا مالک، اس کو راضی کرنے کے لئے کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بھائی تو مجھے راضی کرنا چاہتا ہے تو سب سے بڑی چیز رضاء، جو چیز مجھے پسند ہے وہ ڈش مجھے دے وہ کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میری حمد کر، کیا کر؟ حمد! حمد اور پھر حمد کے لئے چھپایا ہی نہیں اللہ پاک نے، کہتا ہے نہیں اتنی بڑی بات نہیں کہونگا تو نے میری حمد کا حق ادا کر دیا، اور اس سے راضی ہونگا، یا اتنی نفل پڑھے گا اتنی عبادات کرے گا، کچھ سجود کرے گا، ساری رات جاگے گا، اتنے روزے رکھے گا، پورے سال روزے رکھے گا، تب میں کہونگا، بلکہ اللہ پاک تو کہتا ہے کہ ایک دفعہ کہدے الحمدللہ! ایک دفعہ تو کیا کہدے؟ الحمدللہ، کیا کلمہ ہے بھائی ذرا غور کریں! کیا ہے یہ بولیں، الحمدللہ، پھر بولیں الحمدللہ، پھر بولیں الحمدللہ۔

سنیں اب! جب بندہ پہلی دفعہ الحمدللہ کہتا ہے یہ تعریف مجھے اتنی پسند ہے سب تعریفوں میں اللہ پاک نے اس کے اندر نچوڑ کر دیا، کیپسول بنادئے، یعنی یہ لفظ دے کے اللہ پاک نے پوری امت کو یعنی اندازہ لگائیں کہ تعریف اس کی پسند ہے اور پسند کو بھی ہمیں بالکل اتنی آسان بنا کے پیش کر دیا۔

رضاء الٰہی کے لئے حمد باری تعالیٰ

فرمایا جب بندہ پہلی دفعہ الحمدللہ کہتا ہے، جیسے آپ نے کہا میں نے کہا، تو جب پہلی دفعہ الحمدللہ کہا تو حقیقتاً کیا ہوا زمین وآسمان ثواب سے بھر گئے، فرمایا دوسری دفعہ اس نے کہا تو جو زمین وآسمان جو بھرے تھے تو آسمان سے بھی نکل گیا اور ساتوں آسمانوں کو بھر دیا تیسری دفعہ کہا تھا نا ہم نے؟ تو فرمایا جب تیسری دفعہ کہا اے بولٹن کی مسجد میں بیٹھنے والو، مکی مسجد میں بیٹھنے والو، تمہیں تو پتا ہی نہیں تم نے اس کی وجہ سے کیا کیا لیا، ہمارے لئے بہت معمولی چیز ہے اللہ اکبر! لیکن بہت قیمتی چیز ہے، بہت قیمتی کلمہ ہے، بہت وزنی کلمہ ہے یہ، کیونکہ اللہ پاک راضی ہو رہے ہیں اس سے، اللہ جس چیز سے راضی ہو وہ سب سے بڑی وزنی ہوگا، سب سے بڑا فعل ہی وہ چیز ہوگی سب سے بڑی قیمتی چیز ہوگی، ان کلمات کو نہ دیکھیں کہ چھوٹے ہیں، ہلکے ہیں، بچہ بھی کہتا ہے، نہیں یہ دیکھیں کہ اللہ پاک اس سے راضی ہو رہا ہے، اس کلمے سے اللہ انسان سے راضی ہو

رہے ہیں کہ حمد ہے اللہ تعالیٰ کی پوری، اور پھر خود بندہ کے ساتھ آتا ہوں کہ بتا بندے تجھے کیا چاہئے مانگ مجھ سے، یقین آرہا اس پہ یا نہیں آرہا؟ ہاں ایسا ہی ہے، میرے بھائیو! اللہ ایسے راضی ہوتا ہے، کہ بندہ الحمدللہ پڑھتا ہے، مکمل تعریف ہے اس کے اندر الحمد میں پوری تعریف اللہ نے کردی، جب بندہ یہ کہتا ہے ذرا نیت بھی کرلیں کہ میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے اس کی تعریف کررہا ہوں، جب بندہ الحمدللہ یہ کہتا ہے الحمدللہ ستر ہزار فرشتے مقرر کردئے جاتے ہیں جو اس کے لئے بخشش اور مغفرت کرتے رہتے ہیں، مشکل ہے مجھے بتائیں؟ مگر کیا ہے مجھے بتائیں ہم وقت ضائع کرتے ہیں، دن رات ہم صرف کرتے ہیں کیا حال ہے ٹھیک ہے جی؟ ہائے ہائے کیسا کردیا۔

ہر حال میں حمد باری تعالیٰ

الحمدللہ اگر پھر بیمار ہیں الحمدللہ...... ہم پہلے کیا کریں گے؟ یا سر میں بڑا سخت درد ہے، آنکھ میں درد ہے، ہاں بھائی اللہ کا شکر ہے فرق پڑ گیا یا نہیں پڑا؟ تو پہلے کیا کرنا چاہئے؟ الحمدللہ کہ اللہ کا شکر ہے، کیوں بھائی، کہ اللہ کا شکر ہے اگر سر میں در دتو الحمدللہ اللہ کی تعریف، اسلئے کررہے ہیں کہ اس کے علاوہ اللہ نے کتنی نعمتیں دی ہیں وہ نعمتیں بھول گئے ہو؟ کسی حال میں بندہ ہو، پریشانی میں انتہائی پریشانی میں ہو، اب تو معمول بن گیا، کسی سے پوچھا کیا حال ہے؟ کیا بتائیں جی وہ پڑتا ہے سانس چڑھتا ہے، فلاں ستر ہزار قصے، خاص طور پر عورتیں پورا دفتر کھول دیں گی اور اللہ کے انعامات کا نہ پتہ کتنا پیارا موقع ہے کہ جب دو انسان ملے تو سب سے پہلا موقع ہے کہ دونوں مل کے کس کی تعریف کریں؟ اپنے مولیٰ کی تعریف کریں، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں دونوں بندوں سے میں راضی ہوگیا، بھائی یہ وقت یہ سانس یہ جان، یہ بیماری، زندگی بڑی ہے، بڑی اس کی جو ہے قیمت ہے، بہت قیمت ہے اس کی، چالیس سال پچاس سال پتہ نہیں کتنے پیچھے رہ گئے ہیں اس کی بہت قیمت ہے۔

قیمتی کلمہ

اتنا قیمتی بنالیں اس جان کو اتنا قیمتی بنالیں کہ فرشتے بھی رشک کرنے لگیں، جب آپ آسمانوں میں جائیں اور جب واپس جائیں کہ یہ کون شخص آگیا اس کی قیمت کیا ہے؟ یہ کیا بن گیا ہے؟ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، سبحان اللہ آج کے بعد پکا معمول بنالیں کہ ہر وقت زبان سے کیا لفظ نکلے؟ الحمدللہ! آپ یہ دیکھیں گے قرآن کو اللہ نے ساری پوری نمازیں، جو بھی نماز پڑھیں گے آپ پہلے کیا پڑھیں گے؟ الحمدللہ، کتنی بڑی تعریف ہے اللہ کی مجھے بتائیں آپ! اور کس میں بند کردیا؟ الحمدللہ میں، ہم کہتے ہیں یہ تو لفظ ہی کچھ نہیں یہ تو اتنا قیمتی لفظ ہے کہ زمین وآسمان اس سے چمک جاتے ہیں، اس تعریف سے اللہ راضی ہوجاتا ہے بندوں سے میرے بھائیو! یہ جو ہے تعریف اللہ کی یہ بہت بڑی چیز فرمائی بالکل کوتاہی نہ کریں آج کے بعد، معلوم ہوجانا چاہئے کہ یہ کلمات جو ہیں ان کو ہم کبھی ضائع نہیں کریں گے۔

شیطان مارا گیا حمد نہ کرنے سے

وہب بن منبہ بڑی اونچی بات فرماتے ہیں کہتے ہیں کہ بھائی ہم تو اس کی قدر نہیں کرتے، اگر شیطان یہ کلمات اللہ کے سامنے کہدیتا تو کبھی آزمائش میں پڑتا ہی نہیں، اتنے بڑے کلمے ہیں اتنے بڑے کلمے ہیں۔

حضرت سلیمان دارائیؒ کی حمد

ایک بزرگ تھے حضرت سلیمان دارائیؒ، واقعہ لکھتے ہیں حج پر تھے اپنے عمرے پر گئے جیسے جاتے ہیں لوگ، تو طواف کرنے کے بعد کھڑے ہوئے ملتزم کے سامنے اور اللہ کی حمد بیان کی، کیا کہا؟ الحمدللہ، کس کیفیت میں ہونگے کیا ان کی کیفیت ہوگی جو انہوں نے اللہ کی حمد کی، یا اس کا طریقہ جانتے ہوں گے کہ جتنی بھی عبادات ساری میں نے کچھ کی ہیں اس کو ایک لفظ میں جمع کر دیا کہ اے اللہ تو اس سے راضی ہو، تو ان عبادات سے راضی ہوتا ہے نہیں ہوتا، اس طواف سے راضی ہے یا نہیں ہوتا؟ تو راضی ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ اس سعی سے تو راضی ہوتا ہے، انہوں نے سب سے پہلے کیا کام کیا؟ کھڑے ہو کے کہا الحمدللہ! کہہ کے چلے گئے، اللہ نے پھر توفیق دی دوسرے سال، دوسرے سال پھر آئے، دوسرے سال آئے تو کھڑے ہو کے کہا تو اوپر سے آواز آئی کہ اے بندے! پچھلی دفعہ تو یہ کام کر گیا تھا یہ کلمے تو نے پڑھے تھے اب تک فرشتے اس کا ثواب لکھ رہے ہیں اور لکھتے لکھتے تھک گئے کیوں کہ ایک تو ہم کی مسجد میں بیٹھ کر کر رہے ہیں، ایک الحمدللہ اپنے گھر میں بیٹھ کر کر رہے ہیں، اور ایک الحمدللہ ہم کہاں کر رہے ہیں؟ اللہ کے گھر میں کھڑے ہو کر کر رہے ہیں یہ فرق ہے نا؟ وہاں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب، تو وہاں کھڑے ہو کر اللہ کی تعریف کر دی، وہ سمجھتے تھے کہ سب سے بڑی چیز ہے، لیکن وہاں جائیں تو ہمارے منھ سے نکل جائے تو نکل جائے لیکن یہ پتہ نہیں کہ سب چیزوں کا نچوڑ کس میں ہے؟ اللہ کی تعریف میں ہے، یہ ذکر کیا ہے؟ اللہ کی تعریف تو ہے! جو ہم بیٹھ کر کر رہے ہیں کلمات کیا ہیں؟ اللہ کی تعریف تو ہے۔

حمدِ باری مع نیتِ رضاءِ الٰہی

ان تمام چیزوں کو ہر وقت نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ نے کتنا کرم فرمایا کہ یہ بندہ کبھی مجھ سے غافل نہ ہو، جب میرے پاس آئے تو اس سے راضی ہوں، تو آج کے بعد یہ معمول بنالیا جائے کہ ہمیں جو کچھ بھی ہو جائے ہمیں کیا کرنا ہے؟ ان کلمات کو ہماری زندگی کا حصہ بنانا ہے اور زندگی کو ضائع نہیں کرنا اور نیت یہ کر لیں آج سے کہ یا اللہ جب میرے منھ سے یہ کلمات نکلیں تو یہی میری نیت ہو کہ اپنے رب کو راضی کر رہا ہوں، بس، دکھ ہو، پریشانی ہو سب سے پہلے ہمیں کیا کہنا ہے؟ الحمدللہ، شکر اللہ کا، ہر حال میں اللہ کی حمد ہو، کوئی ایسی چیز نہیں اللہ پاک کہتے ہیں۔

حمدِ باری پر انعاماتِ الٰہیہ

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کہتے ہیں کہ جو شخص الحمدللہ کہتا ہے اللہ پاک فی الفور ایسے چار انعام عطاء فرما دیتے ہیں، کتنے؟ چار انعام، فوراً مل جاتے ہیں، نمبر ا): اس کی تنگدستی کو اللہ پاک دور فرما دیتے ہیں، ضرورت ہے ہمیں یا نہیں؟ اس کے لئے آخرت ہے۔ (۲) اس کے لئے آخرت ہے، اس کی پریشانیوں کو اللہ تعالیٰ ختم فرما دیتے ہیں، آسان فرما دیتے ہیں (۳) مطلب کیا ہے آخرت سے؟ آخرت کب شروع ہوتی ہے؟ جب پڑتا ہے کہ آجاؤ تمہارا وقت ختم ہوگیا، دانہ پانی ختم ہوگیا، یہ بسترہ تمہارا ختم ہوگیا، یہ تمہارے کپڑے فیل ہوگئے، یہ گھڑیاں تمہاری ختم ہوگئی ہیں، بھائی تمہارا یہ مقام ختم ہوگیا چھوڑو اس کو! پیچھے والوں کے لئے چھوڑو، آپ آؤ آگے چلو جب یہ آواز آنے لگی کانوں میں اور سامنے فرشتے نظر آنے لگیں گے، یہ اس وقت کی بات ہے کہ آخرت کی تیاری شروع ہوگی، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ آخرت، آخرت اس کی آسان فرما دیتے ہیں، گویا موت سے حکم جو ہے اس کے لئے اس کی موت سے لیکے آسانی شروع کر دیتا ہے۔

عبرت ناک مناظر

جس وقت ہمیں لیکے آئیں گے اصل جگہ پر تو سب چیزیں اتر رہی ہونگی، ہم کہیں گے یہ گھڑی میری ہے تو کہیں گے گھڑی اتارو جلدی کرو جلدی کرو، وہ کپڑے میں نے بنائے ہیں، تو کہیں گے اس کے نہیں ہیں کپڑے اتارو جلدی کرو جلدی کرو، کپڑے ہٹادو کپڑے ہٹادو، ایسے پھینکتے ہیں سب چیزیں ہمارے جسم سے اس کا کیا تعلق اس سے؟ اس دنیا سے انکا تعلق چلا گیا، اترتی ہیں یا نہیں سب چیزیں؟ بڑی بڑی محبوب چیزیں نکل جائیں گی، بڑی خوبصورت انگوٹھی بنوائی تھی، جناب اس میں اتنا بڑا نگ ڈالا تھا، ہم نے تو دیکھا ہے جناب عورتوں کو یہ دنیا ہے یہ دنیا ہے، کہ سونے کے کڑے پہنے ہوئے ہیں انگوٹھیاں پہنی ہوئی ہیں، اللہ نے بلالیا، آگے حاضری ہوگئی اسی حالت کے اندر انگوٹھی پہنی ہوئی ہیں، سونے کے کڑے بھی پہنے ہوئے ہیں، پتہ نہیں کیسے بنائے ہوئے تھے، شوق سے بنائے ہوئے تھے، تو ابھی کپڑے پہنے ہوئی ہیں انگوٹھی پہنے ہوئی ہیں اور باہر جھگڑے ہو رہے ہیں بیٹوں کے، بہوؤں کے کہ یہ کپڑا میں نے لینا ہے، یہ انگوٹھی میں نے لینی ہے، خدا کی قسم یہ حقیقت بتا رہا ہوں آپ کو، یہ ہمارے گھروں میں ہوتا ہے، کون کس کو پیار کرتا ہے بھائی؟ یہ سب عارضی چیزیں ہیں پیار کرنے والی ایک ذات ہے وہ ہمارا رب ہے، اس سے ہم پیار نہیں کرتے جو ہم سے پیار کرتا ہے اس سے پیار نہیں کرتے اس کو محبوب نہیں سمجھتے، اس سے پیار تو کرکے دیکھو اس سے محبت کرکے دیکھو دوستو، تو یہ سب عارضی چیزیں ہیں، یہ اپنی چیزیں ہیں اگر وہ غیر ضروری ہیں، عارضی ہیں، یہ سب بیگانے ہیں یہ گھروں کی بات بتا رہا ہوں آپکو، وہ کہے گا یہ گاڑی میری رہے گی۔

منتخبات

مسائل وفتاویٰ

ادارہ

سوال: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر جس کو مہر فاطمی کہتے ہیں کتنا تھا؟۔

جواب: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ۴۰۰ر مثقال تھا جو کہ ہمارے حساب سے ڈیڑھ سو تولہ چاندی ہے، فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(مہر فاطمی موجودہ گراموں کے اعتبار سے ڈیڑھ کلو ۳۰ر گرام ۹۰۰ر ملی گرام چاندی ہے، لہذا اب دس گرام تولہ کے حساب ۱۵۳ر تولہ ۹۰۰ر ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت ہوگی) (ایضاح المسائل)۔

سوال: ہمارے یہاں یہ مشہور ہے کہ جب تک مہر ادا نہ کیا جائے اس وقت تک بیوی کے پاس جانا حرام ہے، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟۔

جواب: یہ بات غلط ہے، البتہ بیوی کو اسی وقت کچھ دینا بہتر ہے، ہاں مہر ادا کرنے کی فکر اور کوشش لازم ہے یہ اس کا حق ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: زوج نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی، اب اس کے پاس جو زیور نقرئی یا طلائی شوہر کی طرف سے دیا ہوا موجود ہے اس کا حقدار شرعاً کون ہے؟ دوم یہ کہ عورت نے شوہر کو ایک عورت کے سامنے اپنے مہر اللہ واسطے معاف کردئے تھے، اس صورت میں وہ معاف ہوئے یا نہیں؟۔

جواب: اگر وہ زیور شوہر کی طرف سے عورت کو تملیکاً دیا گیا تھا تو وہ عورت کا ہے اور اگر عاریۃً دیا گیا تھا تو وہ عورت کا نہیں ہے بلکہ شوہر کا ہے، اور اگر دیتے وقت کوئی تصریح تملیک یا عاریت کی نہیں کی گئی تھی تو رواج اور عرف کا اعتبار ہوگا، اگر رواج تملیک کا ہے تو وہ زیور عورت کا ہے، اگر رواج عاریت کا ہے تو شوہر کا، اگر رواج دونوں طرح کا ہے اور گواہ عورت کے پاس تملیک کے موجود نہیں تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا (کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ رص: ۳۴۰رج:۱)۔

سوال: زید کا نکاح ہندہ سے ہوا دونوں میں تنہائی یعنی صحبت نہیں ہوئی تھی کہ طلاق کی نوبت آگئی، کیا پورا مہر لینے کی حق دار ہے؟ اور زید نے بوقتِ نکاح جو زیور دیئے تھے اس کی واپسی کا کیا حکم ہے؟۔

جواب: اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا، جو زیور وغیرہ شوہر کی طرف سے بیوی کو تملیکاً دیا گیا ہے یا

بیوی کے والدین نے جو کچھ داماد کو تملیکاً دیا ہے اس کی واپسی نہیں ہوگی، بلکہ جو کچھ جس کو دیا گیا ہے اسی کا ہوگا، لڑکی کے والدین نے جو کچھ سامان اپنی لڑکی کو دیا ہے وہ لڑکی کا ہے، شوہر اس کو لینے کا حقدار نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر عورت کہتی ہے کہ مہر میں معاف کر چکی ہوں یا اس پر گواہ موجود ہوں گو ایک ہی ہو تو وہ مہر دیانۃً معاف ہوگیا اور قضاءً معاف ہونے کے لئے عورت کا اقرار، یا دو عادل مرد، یا ایک عادل مرد اور دو عورتیں گواہ ضروری ہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: زید کی لڑکی کی منگنی حامد کے لڑکے سے طے ہوئی، منگنی کے بعد لڑکے نے کہا کہ لڑکی کو میں خود دیکھوں گا، اس پر زید نے اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کردی، جو رقم اور سامان زید نے اس منگنی کے سلسلہ میں حامد کو دیا تھا وہ واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟۔

جواب: جو سامان اور روپیہ شادی کی امید پر دیا گیا تھا پھر شادی نہیں ہوئی، اس کو واپس لینا درست ہے جبکہ وہ موجود ہو، استعمال سے ختم نہ ہوگیا ہو: **قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها، فما بعث للصهر، يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً لأنه معاوضة ولم تتم، فجاز الاسترداد، كذا يسترد مابعث هديةً، وهو قائم دون الهالك والمستهلك، لأنه في معنى الهبة كذا في الدر المختار** ص:۳۶۴ ج:۲، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: دعوتِ ولیمہ کے شرائط کیا ہیں، اس کی حد اور مدت کیا ہے؟۔

جواب: دعوتِ ولیمہ شادی اور رخصتی سے تین روز تک ہوتی ہے، اس کے بعد نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: زید لڑکی کے عقد میں اپنے عزیز و اقارب میں کھانے کی دعوت کرتا ہے تو عمر کہتا ہے کہ لڑکی کی طرف سے کھانا جائز نہیں ہے، لہذا لڑکی والوں کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ کیونکہ باراتی ہوٹل میں کھانا کھائیں اور لڑکی کے یہاں نہ کھائیں، یہ تو ہندوؤں کی رسم ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟۔

جواب: یہ صحیح ہے کہ ولیمہ لڑکا یا اس کے اولیاء کریں گے، لیکن جو لوگ لڑکی والے کے مکان پر مہمان آتے ہیں اور ان کا مقصود شادی میں شرکت کرنا ہے اور ان کو بلایا بھی گیا ہے تو آخر وہ کھانا کہاں جا کر کھائیں گے اور اپنے مہمان کو کھلانا تو شریعت کا حکم ہے اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے تاکید فرمائی ہے، البتہ لڑکے والے کی طرح مقابلہ پر ولیمہ لڑکی کی طرف سے ثابت نہیں ہے، حضرت رسولِ مقبول ﷺ اپنی بیٹی کے مکان پر تشریف لے جاتے تو بیٹی کا بھی خاطر کرنا ثابت ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (از: فتاویٰ محمودیہ ج:۱۲ مطبوعہ ادارۂ صدیق، گجرات)

بزم رفتگاں

مرحوم حاجی عبدالحمید و حافظ محمد سلیمان صاحبان

حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم

اَلا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ بیشک اللہ کے نیک بندوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے، اس آیتِ مبارکہ میں باری تعالیٰ شانہ نے اپنے دوستوں کو بشارت دی ہے کہ جب وہ آخرت میں اللہ پاک کے یہاں پہنچیں گے تو ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ حزن ہوگا، کیونکہ وہ ساری زندگی ان کی خوف کی حالت میں اور حزن کی کیفیت میں گزرتی رہی ہے، آیتِ پاک میں اللہ کے نیک بندوں کیلئے بڑی بشارت ہے، چاہے وہ نیک بندے ان اکابر کی شکل میں ہوں جو علمِ دین سے اور دینی خدمات مثلاً درس وتدریس تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ، مدرسہ وخانقاہ سے تعلق رکھتے ہوں، یا ان کا تعلق ان ایمان والوں میں سے ہو جو عام مؤمنین کی طرح اپنی زندگی گزارتے ہیں اور دنیوی کام میں بھی مشغول رہتے ہیں، بظاہر لوگ ان کو کوئی بہت بڑا اللہ والا نہیں سمجھتے ہیں اس لئے کہ ان کا تعلق کسی دینی خدمت سے نہیں ہوتا، مگر وہ اپنے ذاتی صلاح وفلاح سے اور صوم وصلوٰۃ اور تلاوت اور مسجد کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں اور وہاں عبادت میں اپنے محلّہ میں اپنے گھر میں مصروف رہتے ہیں، انہیں لوگوں میں سے دو خاندانی بزرگ جن کا ابھی قریب میں انتقال ہوا ایک تو حاجی عبدالحمید صاحب گنگوہی مقیم حال برہم پوری بن الحاج محمد یوسف صاحب گنگوہی بھی تھے، جو سادگی کے ساتھ اپنے اوقات کو گزار کر اللہ کو پیارے ہو گئے جن کی زندگی کا ایک خاص طرز تھا ایک رئیس انسان مگر ریاست سے دور سب کے ساتھ ملنسار غمگسار ان کے اور بہت سے معاملات میں شریک کار، ان کی ایک خاص صفت یہ تھی کہ وہ اپنی جان ومال سے لوگوں کا تعاون کرتے تھے، ان کی ضرورتوں میں کام آتے تھے، ادھر ساتھ ہی میں اچھے خاصے عبادت گزار انسان تھے کہ رات کو سویرے نماز فجر سے قبل مسجد میں آجاتے اور اپنا بیشتر وقت اللہ کے ساتھ گزارتے، ان کا یہ عمل بہت طویل عرصہ تک رہا جس کی وجہ سے ان کو مسجد کا ایک ستون کہا جاسکتا ہے اور وہ جگہ جہاں وہ عبادت کرتے تھے خالی ہونے سے سب کو احساس ہے کہ مسجد کا ایک کونہ خالی ہو گیا ہے، اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے اور متعلقین کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے آمین۔

مرحوم حافظ محمد سلیمان صاحب گنگوہی

دوسری شخصیت میرے محترم چچا جناب حافظ محمد سلیمان صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ تھے، جو اپنی شکل وشباہت میں بالکل حضرت والد صاحب قدس سرہ کی یادگار تھے اور حافظ قرآن بھی تھے، اپنی زندگی میں اسبابِ معیشت کی تلاش میں مختلف مقامات پر رہے آخر عمر میں کثرتِ تلاوت کثرتِ عبادت اور خلوت نشینی میں محلّہ کی مسجد میں زیادہ وقت گزارا کرتے تھے، بڑے شفیق ومہربان انسان تھے اور اپنے خاندان میں اپنی اداؤں میں محبوب تھے ان کا خاص وصف اپنے اوراد کے ساتھ جو اوپر مذکور ہوئے یہ تھا کہ وہ محلّہ کے مسلم اور غیر مسلم مردوں اور عورتوں کو اپنے فیض سے فیضیاب کر رہے تھے اور ان کے بہت سے کاموں میں حصہ لے رہے تھے، چنانچہ ان کے انتقال پر بہت سوں کی زبان پر یہ جملہ آیا کہ بابا کہاں گئے؟ بتایا گیا کہ بابا تو اللہ کو پیارے ہو گئے اور سب کو داغ فرقت دے گئے، اللہ پاک مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے آمین۔

مطالعات

تعارف وتبصرہ

محمد ساجد کھجناوری
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

نام کتاب: ذکر یونس (شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ کے سوانح وافکار)

مؤلف: حضرت مولانا محمد سلمان گنگوہی مدظلہ/ رابطہ نمبر: 9634640185

صفحات: ۱۸۴

قیمت: ۱۰۰/روپۓ

ناشر: مکتبہ فیض محمود محلّہ بہاء الدین گنگوہ 247341

پیشِ نظر کتاب ''ذکرِ یونس'' امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کے سوانحی نقوش، علمی آثار وباقیات اور ان کے معارف واثر آفریں واقعات پر مشتمل ایک خوب صورت کتابی تذکرہ ہے، جسے حضرت ہی کے ایک بافیض شاگرد رشید اور فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے مجاز بیعت حضرت مولانا محمد سلمان گنگوہی مدظلہ استاذ حدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ نے نہایت سلیقہ سے مرتب کر کے اہلِ علم کی نذر فرمایا ہے، ۱۸۴؍صفحات پر محیط اس سوانحی تذکرہ میں فاضل مرتب نے مقدمہ کے علاوہ ایک تفصیلی مضمون بھی شامل کیا ہے، جو اس سے پیشتر ماہنامہ صدائے حق کے صفحات پر دو قسطوں میں چھپ کر قدر کی نگاہ سے دیکھا اور پڑھا گیا ہے، اس مضمون سے یہ اندازہ کر لینا مشکل نہیں کہ مرتب کتاب کو اپنے استاذ سے نہ صرف غایت درجہ کا تعلق رہا بلکہ وہ اس بخاریٔ زماں کی یادوں اور باتوں کے بھی حافظ معلوم ہوتے ہیں، زبان وبیان کی سادگی کے باوصف انہوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے اس کے پڑھنے میں لذت اور سرشاری کا احساس ہوتا ہے، موصوف نے نمونے کے طور پر بخاری شریف کی آخری روایت پر آپ کے دو محدثانہ اسباق کو بھی جگہ دی ہے، علاوہ ازیں بعض اہلِ علم وقلم کے آپ کی وفات پر لکھے گئے مضامین کی شمولیت نے بھی کتاب کی اہمیت کو استحکام بخشا ہے، جن میں حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی گنگوہی، حضرت مولانا مفتی محمد اسلام قاسمی، حضرت مولانا محمد سعیدی اور مولانا مفتی محمد ناصر الدین مظاہری قابلِ ذکر ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جون پوریؒ پر اب تک سینکڑوں مضامین کے علاوہ متعدد مصنفات بھی طباعت کے مراحل سے گذر چکے ہیں، امید کی جاتی ہے کہ مذکورہ تالیف کو دریں باب خوش گوار اضافہ کے طور پر ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔

نام کتاب: متاعِ کارواں (مشاہیر علماء نمبر)

مدیر: مولانا محمد عثمان ندوی رابطہ نمبر:7017977128

صفحات: 256

قیمت: 100

ناشر: ادارہ اسلامیات بھگوان پور روڑکی ہریدوار اتراکھنڈ

زیرِ تبصرہ کتاب ''مشاہیر نمبر'' ادارہ اسلامیات بھگوان پور روڑکی اتراکھنڈ کے صحافتی ترجمان سہ ماہی ''متاعِ کارواں'' کا شخصیات نمبر ہے جو حال ہی میں وفات پانے والے اہل علم وقلم اور مشاہیر علماء کی یاد میں بڑے اہتمام سے شائع کیا گیا ہے، اس خصوصی شمارہ میں جن چھ اہم اور نامی گرامی علمی شخصیات کی حیات وخدمات کو زیب داستان بنایا گیا ہے ان کے ناموں کی ترتیب کچھ یوں ہے:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ، حضرت مولانا ریاست علی بجنوریؒ، حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہریؒ، حضرت مولانا مفتی اشرف علی باقویؒ، حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی عبداللہ پھول پوریؒ، تقریباً تین درجن مقالہ نگاروں نے مذکورہ وفات پانے والے اصحابِ علم وکمال کو اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دین وملت کیلئے ان کے ذریعہ کئے گئے کارہائے نمایاں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور بتایا ہے کہ انسانی قافلے سے بچھڑنے والے یہ وہ اعلامِ امت اور قافلہ سالار تھے جن کے علم وعمل کی خوشبو سے ایک جہان معطر تھا، روح وروحانیت اور دینی فکر وعمل کے حامل ان نمائندہ شخصیات نے اپنی حیات وخدمات اور عزم واستقامت کے ایسے گہرے نقوش چھوڑے ہیں جن سے گم کردہ راہوں کو بھی اپنا حقیقی نشان منزل دریافت ہوتا جاتا ہے، مولانا محمد عثمان ندوی قابل مبارک باد ہیں کہ وہ اسلاف فراموشی کے حصار سے ماوراء ہوکر محسنینِ قلم وکتاب کی بزم سجانے میں کامیاب رہے، حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی گنگوہی مدظلہ اور دوسرے مشاہیر علماء واکابر کی سرپرستی میں مسلسل اشاعت پذیر یہ سہ ماہی میقاتی رسالہ، اس سے قبل بھی قرآن نمبر اور پیام انسانیت نمبر جیسی ضخیم اشاعتیں منظر عام پر لا چکا ہے، جنہیں علمی برادری نے بنظر استحسان دیکھا ہے۔ امید کی جانی چاہئے کہ حالیہ اشاعت مشاہیر نمبر کا بھی علمی برادری میں اس کے شایانِ شان استقبال کیا جائے گا۔

اخبارِ جامعہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کی ڈائری

ابوفیصل کھجناوری

رفیق ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

حضرت ناظم صاحب کے دعوتی واصلاحی اسفار

جامعہ کے ناظم اعلیٰ اور شیخ الحدیث ثانی حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی مدظلہم اِن دنوں اپنے بعض مجازین واہل تعلق کی خصوصی دعوت پر بھوپال، حیدرآباد اور دیگر بڑے شہروں کے دعوتی واصلاحی دورے پر ہیں، جہاں انعقاد پذیر مجالسِ اصلاح وارشاد اور تذکیر ونصائح میں آپ کے ذکر وبیانات کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ مزید تفصیلات اگلے شمارے میں آئیں گی ان شاء اللہ۔

حضرت رائے پوریؒ کی یاد میں تعزیتی اجلاس

۱۳ر فروری بروز منگل مشہور بزرگ اور روحانی شخصیت حضرت مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ کے سانحۂ وفات کی خبر کلفت اثر یہاں جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں سنی گئی تو ہر شخص غم وحسرت کی تصویر بن گیا اور استرجاع وایصال ثواب کرکے حضرت مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کی گئی، جبکہ نمازِ جنازہ وتدفین میں شرکت کیلئے حضرت ناظم صاحب مدظلہ کی ہدایت پر جامعہ کے اساتذہ پر مشتمل ایک وفد نائب مہتمم جناب مولانا قاری عبیدالرحمٰن قاسمی کی معیت میں رائے پور خانقاہ پہنچا۔

بعد ازاں ۱۴ر فروری بروز بدھ بعد نماز مغرب ایک تعزیتی اجلاس جامعہ کی زکریا مسجد میں منعقد ہوا جس میں تمام طلبہ واساتذہ شریک رہے، دریں اثنا اپنے تعزیتی تاثرات پیش کرتے ہوئے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی نے فرمایا کہ حضرت مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ ممتاز خوبیوں کے حامل ایک خدارسیدہ انسان تھے، وہ علم وروحانیت کی مجسم تصویر تھے، ان کی بافیض زندگی کا اگر خلاصہ کیا جائے تو اسے چار روشن ابواب کے تحت اس طرح تقسیم کیا جاسکتا ہے (۱) تدریس وفتاویٰ نویسی (۲) تلاوت (۳) عبادت (۴) ذکر اللہ۔ انہیں ابواب اربعہ سے ان کی پوری زندگی عبارت رہی، وہ صبر وشکر اور توکل واستغنا کی بھی ایک مثال تھے، ان کی زبان ودہن سے اللہ اللہ جیسے پیارے کلمات کانوں میں رس گھولدیتے تھے، بظاہر وہ کم گو تھے لیکن علم ومعرفت کا ایک دریا ان میں موجزن رہتا تھا، بلاشبہ ان کے سانحۂ وفات سے سالکین ومسترشدین کا ایک بلند پایہ دستگیر ومرشدِ روحانی رخصت ہوگیا، دریں اثنا حضرت مفتی صاحب نے خانقاہ کے موجودہ متولی الحاج شاہ عتیق احمد رائے پوری سے اظہارِ

تعزیت فرمایا تعزیتی مجلس کے صدر نشیں اور آپ کے اجلّ خلیفہ الحاج شیخ محمد صادق بھیات جو ہند و پاک کے ایک درجن سے زائد مشائخ اہل اللہ کے مجازِ بیعت ہیں کی رقت آمیز دُعاء پر اس تعزیتی نشست کا اختتام ہوا۔

علماء گجرات کے ایک وفد کی آمد

گذرے دنوں دار العلوم دیوبند کے علاوہ علماءِ گجرات کے ایک وفد کی بھی آمد ہوئی جو ۸/ مارچ ۲۰۱۸ء کو جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڑ گجرات میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ پر منعقد ہو رہے سمینار میں شرکت و مقالات لکھنے کی فرمائش کیلئے یہاں پہنچے تھے، وفد میں مولانا محمد عمران کوسمبا اور مولانا محمد جنید پٹیل کے علاوہ المعہد الاسلامی مانک مئو کے رفقاء حضرت مولانا محمد انعام اللہ قاسمی اور مولانا محمد واصف مظاہری بھی شامل تھے۔

مولانا مفتی عبد القیوم گجراتی کی قیادت میں علماء کی آمد

احمد آباد گجرات کے معروف عالم دین، وہاں کی جمعیۃ علماء کے ریاستی ذمے دار اور ’’گیارہ سال سلاخوں کے پیچھے‘‘ جیسی آپ بیتی لکھنے والے صاحبِ قلم حضرت مولانا مفتی عبد القیوم صاحب علماء کے ایک تیس رکنی وفد کے ساتھ جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں قدم رنجہ ہوئے اور یہاں کی تعلیمی کارگذاری سے ہم شناس ہو کر مسرت ظاہر فرمائی، بعد ازاں راقم الحروف کی گذارش پر دفتر ماہنامہ صدائے حق کو اپنی حاضری سے مشرف فرمایا، واضح رہے کہ مولانا موصوف اس وقت مغربی یوپی کے سفر پر ہیں اللہ آپ کی دینی و ملی خدمات کو قبول فرمائے آمین۔

ششماہی امتحان کے نتائج کا اعلان

ماہ ربیع الاول میں تحریری اور شفوی طور پر ہوئے درجات عربی و فارسی اور افتاء کے ششماہی امتحان کے جملہ نتائج منظر عام پر آگئے ہیں، طلبہ کی مجموعی تعلیمی کارکردگی اطمینان افزا ہے، جبکہ ناکام رہے طلبہ کی از راہِ تادیب سرزنش کردی گئی ہے، تمام جماعتوں میں اول، دوم، سوم پوزیشن لانے والے طلبہ حسبِ ذیل ہیں:

جماعتِ افتاء: محمد محبوب گنگوہی اول۔ محمد ربیع الاسلام دوم۔ محمد عباس گنگوہی سوم۔

جماعت دورۂ حدیث شریف: ریاض الکریم ۲۴ پرگنہ اول۔ محمد عبد اللہ بن ابراہیم منی پوری دوم۔ محمد حسان منی پوری سوم۔

جماعتِ مشکوٰۃ شریف: عاشق الرحمان آسامی اول۔ محمد شیر از بلہ مزرعہ دوم۔ محمد رضوان منی پوری سوم۔

جماعتِ مختصر المعانی: محمد راشد بھاگل پوری اول۔ اویس شاہ ٹانڈوی دوم۔ محمد عدنان خوش حال پوری سوم۔

جماعتِ شرحِ جامی: محمد فاروق لاتوری اول۔محمد اشرف الاسلام بنگالی دوم۔محمد ابرار کنڈوی سوم۔

جماعتِ کافیہ: حسین احمد کنڈوی اول۔محمد جاوید چوسانوی دوم۔سیف اللہ کھیڑوی سوم۔

جماعتِ میزان الصرف: محمد قاسم گنگوہی اول۔محمد مبارک بیگی دوم۔محمد فرقان بھیسانوی سوم۔

جماعتِ اجراءفارسی: محمد مشرف ماجری اول۔محمد امتیاز فرید آبادی دوم۔محمد قیس گنگوہی سوم۔

بحیثیتِ حکم اساتذۂ جامعہ کی شرکت

جامعہ اشاعت العلوم اکل کنواں کے اشتراک سے مولانا حسین احمد مدنی مدرسہ ابہٹہ پیر میں ۱۷/۱۸/فروری ۲۰۱۸ء کو منعقد ہوئے مسابقۃ القرآن الکریم کی متعدد فرعوں میں جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے اساتذہ جناب مولانا میزان احمد رشیدی اور جناب قاری محمد صابر قاسمی سہارنپوری نے حکم کی حیثیت سے شرکت فرمائی۔

جناب مولانا عبدالصمد رشیدی کو صدمہ

جامعہ کے استاذِ عربی جناب مولانا مفتی عبدالصمد رشیدی کے والدِ محترم جناب محمد الطاف کھیڑہ افغان طویل علالت بعد اپنے مولائے حقیقی سے جاملے،انا للہ و انا الیہ راجعون ۔وہ تقریباً تین ہفتے قبل ۲۲/جنوری ۲۰۱۸ء عمرہ کے ارادہ سے حرمین شریفین کے سفر پر نکلے تھے کہ ایکسیڈنٹ کا شکار ہوگئے،بعد ازاں انہیں مظفرنگر پھر دہرادون اور آخر میں چنڈی گڈھ بغرض علاج لے جایا گیا لیکن وقتِ موعود آپہونچا اور ۵/فروری ۲۰۱۸ء بروز دوشنبہ گیارہ بجے شب جان جاں آفریں کے حوالہ کردی اللہ بال بال مغفرت فرمائے آمین۔نماز جنازہ میر کارواں حضرت مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی مدظلہم نے پڑھائی،ادارہ آپ کے پسماندگان بالخصوص مولانا عبدالصمد صاحب سے اظہارِ تعزیت کرتا ہے اور آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

جامعہ کے استاذ مولانا مفتی شمشاد احمد مظاہری کے برادرِ سسُر جناب الحاج حافظ جمشید احمد روہالکوی نائب ناظم مدرسہ دارالاسلام بہٹ بھی طویل علالت کے بعد وفات پاگئے انا للہ و انا الیہ راجعون ۔جامعہ فلاح المسلمین تیندوارائے بریلی کے استاذ جناب مولانا سید محمد فاروق ندوی کھجناوری کی والدہ مدت مدید تک علیٰ شرف الرحیل رہ کر واصل بحق ہوگئیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔

علاوہ ازیں درج ذیل حضرات کے انتقال کی خبریں موصول ہوئیں جن کیلئے ایصالِ ثواب کرکے دُعائے مغفرت کی گئی ہے،والدہ مولانا مفتی بشیر احمد سہارنپوری استاذ مظاہر علوم سہارنپور،والدِ مکرم مولانا محمد اعجاز بستوی مدرس جامعہ العلوم ماجرہ دہرادون ۔محترم ذوالفقار علی نانگلوی ۴۵/سیکٹر چنڈی گڈھ۔سسُر محترم قاری عطاء الرحمٰن کھجناوری مدرس مولانا حسین احمد مدنی مدرسہ ابہٹہ پیر۔صحافی سلیم احمد صدیقی دہلی۔شاعر وادیب شمس رمزی۔کالم نویس جاوید عالم کاظمی دہلی۔

کل تعداد طلبۂ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۱۴۳۹ھ

شعبۂ افتاء	15	تعداد جونیر ہائی اسکول	125
جماعت دورۂ حدیث شریف	101	تعداد پرائمری	372
جماعت مشکوۃ شریف	81	نعمت الصالحات (گرلز) جونیر ہائی اسکول (محلّہ غلام اولیاء)	221
جماعت مختصر المعانی	40	نعمت الصالحات (گرلز) جونیر ہائی اسکول محلّہ کوٹلہ	228
جماعت شرح جامی	30	شاخ فیضان رشید (متصل مزار حضرت گنگوہیؒ)	196
جماعت کافیہ	39	دار العلوم نانوتہ شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	60
جماعت میزان الصرف	43	دار التوحید والسنۃ مقام کلیر شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	35
شعبۂ اجراء فارسی	78	کل تعداد مقامی طلبہ	1237
شعبۂ حفظ	226	کل تعداد طلبہ	1900
دار العلوم نانوتہ درجۂ حفظ	10		
کل تعداد بیرونی طلبہ	663	کل تعداد مدرسین وملازمین	100

جامعہ کے اہم فوری منصوبے اور خرچ کا تخمینہ

دار الطعام برائے طلبہ جامعہ ہذا۔	57,00000
جامعہ نعمت الصالحات (گرلز ہائی اسکول) کی تعمیر۔	50,00000

اپیل:

ملت کے دردمند غیور اور مخیّرین حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ ادارہ کے ان تمام منصوبوں کی تکمیل کیلئے ادارہ کی تعمیرات وترقیات میں بھرپور حصہ لیکر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں اور ادارہ کی حفاظت وترقی کیلئے اپنی مخصوص دعائیں اور توجہات بھی مبذول فرمائیں، جزاکم اللہ خیرا فی الدارین (ادارہ)۔

جہانِ کُتب

رئیسِ جامعہ ونگرانِ اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی دامت برکاتہم کی

بعض اہم تصنیفات

مطبوعہ

(۱)سید المحدثین (۲)تذکرہ اکابر گنگوہ (دوجلدیں)

(۳)تحفۂ مؤمن (۴)فضائل سید المرسلین

(۵)فضیلتِ علم وحکمت (۶)فوائدِ شریفیہ

(۷)تصوف کیاہے؟ (۸)فضیلتِ تقویٰ

(۹)کیاذکرِ جہری حرام یامکروہ ہے؟ (۱۰)راہِ عمل (عربی)

(۱۱)راہِ عمل (اردو) (۱۲)راہِ عمل (انگلش)

(۱۳)خیر الکلام فی مسئلۃ القیام (۱۴)ایمان اوراسکے تقاضے

(۱۵)مکاتیب حضرت شیخ محمد زکریاصاحبؒ (۱۶)عمامہ کی عظمت وافادیت

(۱۷)مکتوبات فقیہ الامت (حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)

غیر مطبوعہ

(۱۸)فضائل دعوت وتبلیغ (۱۹)قبائح تکبر، محاسن تواضع

(۲۰)خطباتِ خالد (۲۱)سوانحِ شریف

(۲۲)جامع ترمذی کی شرح (۲۳)الایمان ومطلباتہ (عربی)

(۲۴)جبالِ علم وعمل (۲۵)تحفۃ المسافرین

(۲۶)قرآن کریم کی سورتوں کا خلاصہ

ناشر مکتبۂ شریفیہ گنگوہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، سہارنپور یوپی